بسم اللہ الرحمن الرحیم

استنجاء کے احکام ومسائل

”یعنی طہارت وپاکی جو انبیائے کرام علیہم السلام کی مشترکہ سنت رہی ہے اور جس پر احادیث میں فطرت کا اطلاق کیا گیا ہے، اسی کی تفصیل قرآن وحدیث، فقہ وفتاوی اور سائنسی تحقیق کی روشنی میں پیش کی گئی ہے“

از

مولانا مفتی محمد جمال الدین قاسمی

(استاذ حدیث وصدر مفتی دار العلوم حیدرآباد)

فون: 09392298508

ای میل: mjqasmi74@gmail.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

دوسرا ایڈیشن: ۱۴۴۱ھ

نام کتاب : استنجاء کے احکام ومسائل
مؤلف کتاب : مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی
(استاد حدیث وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد)
صفحات : 93
قیمت : 30 روپے
کمپیوٹر کتابت : مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری
تزئین وسیٹنگ : قبا گرافکس، حیدر آباد، فون: 9704172672

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور
(۲) ہندوستان پیپر ایمپوریم حیدر آباد
(۳) حافظ عبد الرحمن بیت العلم محلہ شمالی کومئی ڈاکخانہ ناڑی ضلع دربھنگہ (بہار)
فون: 06305248704
(۴) قبا گرافکس، قبا کالونی، شاہین نگر، حیدر آباد، فون: 09704172672

فہرست مضامین

◆	عرض مؤلف	۸
○	طہارت وصفائی	۱۰
○	انبیاء کرام اور ان کی نفیس طبیعتیں	۱۱
○	فرشتوں کی نفاست	۱۱
○	طہارت وپاکیزگی کے فوائد	۱۲
○	طہارت کا اہتمام نہ کرنے پر وعید	۱۴
◆	**پہلی فصل : استنجاء کا بیان**	۱۷
○	استنجاء کب کیا جائے	۱۷
○	(الف) پیشاب	۱۷
○	(ب) پاخانہ	۱۸
○	(ج) مذی	۱۹
○	(د) خون وپیپ	۲۰
○	(ہ) ودی ومنی	۲۰
○	(و) کیڑا وغیرہ	۲۱
○	(ز) خارجی نجاست	۲۱
○	بعض صورتوں میں استنجاء کا حکم	۲۱

○	ریح	۲۱
○	استنجاء کن چیزوں سے کیا جائے ؟	۲۲
○	(الف) پانی	۲۲
○	(ب) سیال چیزیں	۲۳
○	(ج) پتھر	۲۳
○	(د) پتھر کے علاوہ دیگر ٹھوس چیزیں	۲۴
○	ٹھوس چیزوں کے شرائط	۲۶
○	شئی کے محترم ہونے کے اسباب	۲۸
○	ممنوع اشیاء سے استنجاء	۳۰
○	حدیث میں صرف پتھر کا ذکر کیوں؟	۳۱
○	کتنے پتھروں کا استعمال کیا جائے ؟	۳۱
○	تین پتھر کی تعیین میں حکمت	۳۲
○	عورت کے لئے پتھر کا استعمال	۳۲
○	پتھر سے محل استنجاء پاک ہوجاتا ہے؟	۳۳
○	استنجاء کا افضل طریقہ	۳۴
○	حضور ﷺ کا عمل	۳۶
○	آج کل پتھر کے ساتھ پانی کا استعمال سنت ہے	۳۶
○	پانی اور پتھر میں ترتیب	۳۷
○	پتھر اور دیگر ٹھوس چیزوں میں ترتیب	۳۷
○	پانی سے کتنی بار استنجاء کرے؟	۳۸
○	استنجاء کی اقسام	۳۸
○	عام حالت میں استنجاء کا حکم	۳۹

○ استنجاء اور وضو ۳۹

○ مصنوعی راستہ سے پیشاب و پاخانہ ہو تو؟ ۴۰

◆ **قضائے حاجت کے لئے ممنوع مقامات** ۴۱

○ ۱۔ راستہ ۴۱

○ ۲۔ جن جگہوں سے عام حضرات کی ضرورت متعلق ہو ۴۱

○ ۳۔ سایہ دار جگہ ۴۲

○ ۴۔ دھوپ والی جگہ ۴۳

○ ۵۔ پانی ۴۳

○ ۶۔ سوراخ ۴۴

○ ۷۔ غسل خانہ ۴۵

○ ۸۔ وضو خانہ ۴۶

○ ۹۔ پھل دار درخت ۴۷

○ ۱۰۔ آگ و راکھ ۴۷

○ ۱۱۔ سخت جگہ ۴۷

◆ **قضائے حاجت کے لئے جانے کے آداب** ۴۹

○ جوتا پہن کر اور سر ڈھانپ کر جائے ۵۰

○ آلۂ استنجاء ساتھ لے جائے ۵۱

○ قابل احترام چیز ساتھ نہ لے جائے ۵۱

○ انگوٹھی کے نگینہ کا ہتھیلی کی جانب کرنا ۵۲

○ آبادی سے دور جائے ۵۳

○ بایاں پاؤں پہلے داخل کرے ۵۵

○ دعا پڑھے ۵۵

○ دعا کب پڑھے؟	۵۷
○ شرمگاہ کب کھولے؟	۵۸
○ قبلہ کی طرف چہرہ یا پشت نہ کرے	۵۸
○ قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے سے متعلق بعض مسائل	۶۱
○ بیت المقدس کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنا	۶۳
○ چاند اور سورج کی طرف چہرہ کرنا	۶۴
○ ہوا کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنا	۶۵
◆ **قضائے حاجت کے آداب**	۶۷
○ کھڑا ہو کر پیشاب کرنا	۶۷
○ نشیب میں بیٹھ کر اونچی جگہ پر پیشاب کرنا	۶۸
○ دائیں پاؤں پر بوجھ ڈال کر نہ بیٹھے	۶۸
○ سلام کا جواب نہ دے	۶۹
○ کسی قسم کا ذکر نہ کرے	۶۹
○ اذان کا جواب نہ دے	۷۰
○ چھینک آنے پر الحمدللہ نہ کہے	۷۱
○ اس حالت میں نہ تھوکے نہ ناک صاف کرے	۷۱
○ شرمگاہ اور بول وبراز کو نہ دیکھے	۷۲
○ دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو نہ چھوئے	۷۳
○ ضرورت سے زائد نہ بیٹھے	۷۳
◆ **فراغت کے بعد پاکی حاصل کرنے کا طریقہ**	۷۴
○ پیشاب سے استبراء	۷۴
○ پیشاب سے استبراء کا طریقہ	۷۵

○ پاخانہ سے استبراء کا طریقہ ۷۷
○ عورتوں کے استبراء کا طریقہ ۷۷
○ نجاست سے الگ ہو کر استنجاء کرے ۷۸
○ استنجاء کرتے وقت قبلہ رو ہونا ۷۸
○ استنجاء کرتے وقت ستر عورت ۷۸
○ استنجاء کیسے کرے ؟ ۷۹
○ آج کی جدید تہذیب ۸۰
○ دونوں ہاتھ دھولے ۸۱
○ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے ۸۲
○ بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے ۸۳
○ مقعد ڈھیلا رکھے ۸۳
○ صفائی پہلے اگلے حصہ کی کرے یا پچھلے حصہ کی؟ ۸۳
○ صفائی کے بعد شرمگاہ پر پانی چھڑک لے ۸۴
○ دایاں پاؤں پہلے نکالے ۸۵
○ استنجاء کی جگہ سے ہٹ کر دعا پڑھے ۸۵
○ استغفار کی وجہ ۸۶
○ حمد کی وجہ ۸۷
○ مٹی سے ہاتھ رگڑ لے ۸۷
◆ پانی سے استنجاء ۸۹
○ چھینٹیں کب مارے ؟ ۹۱
○ انتقاص ماء ۹۲

عرض مؤلف

طہارت و پاکی کا اہتمام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مشترکہ سنت ہے، اس کا فطرت سے گہرا تعلق ہے، اگر انسان خارجی دباؤ یا اثر قبول نہ کرے تو اپنی ذات سے وہ اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ طہارت و پاکی کو اختیار کرے، اور اہتمام کے ساتھ انھیں اپنے معمولات زندگی میں داخل کرے؛ کیونکہ اسے اختیار کرنے کا جذبہ ہر سلیم الفطرت انسان میں ہوا کرتا ہے، اگر کسی کی طبیعت اس کی طرف راغب نہ ہوتی ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی فطرت میں نقص ہے، اور اس کا یہ ذاتی جوہر خارجی اثرات سے اپنی تازگی اور آب وتاب کھو چکا ہے، اور اس قدر بے رونق ہو چکا ہے کہ اب اس پر مستقل محنت کی ضرورت ہے؛ تا کہ اس کی تر و تازگی اور خوبی وکمال دوبارہ واپس آ جائے۔

اس کتاب کی ترتیب کے دوران ہمارے پیش نظر یہی بات رہی ہے کہ طہارت سے متعلق تمام ضروری باتیں واضح طور پر سامنے آ جائیں، اور موضوع سے متعلق کوئی اہم بات پردۂ خفا میں نہ رہ جائے، اب ہم اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں، اس کا فیصلہ آپ کے ذمہ ہے!

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر دارالعلوم حیدرآباد کے عالی ظرف معتمد جناب رحیم الدین انصاری صاحب کا شکریہ ادا نہ کیا جائے، آپ نے جیسا صاف شفاف ماحول دیا، اور کتب خانہ کو جس انداز سے مرتب کیا ہے، اس سے اس کام میں بڑی مدد ملی، خدائے تعالی انتظامیہ کو جواں ہمت رکھے، اور ادارے کو مزید ترقیات سے نوازے آمین،

اس مجموعہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں حتی المقدور اہتمام سے کام لیا گیا ہے، پھر بھی اگر کسی مقام پر کوئی بات واضح نہ ہو پائی ہو، یا خلاف واقعہ بات زیر قلم آ گئی ہو تو اسے میری بے بضاعتی اور کم علمی پر محمول فرمائیں، اور اس کی نشاندہی کر کے ہمیں ممنون فرمائیں، تاکہ آئندہ اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ وباللہ التوفیق والھدایۃ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

محمد جمال الدین قاسمیؔ

(استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد)

۹ / جمادی الثانیہ ۱۴۴۱ھ

طہارت وصفائی

اسلام طہارت و پاکیزگی والا مذہب ہے، ایک حدیث میں طہارت کو ”نصف ایمان“ کہا گیا ہے(۱) طہارت و پاکی کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ محدثین عظام جب سنن کے موضوع پر حدیث کی کوئی کتاب ترتیب دیتے ہیں تو سب سے پہلے طہارت ہی کا باب قائم فرماتے ہیں، اور فقہ کی جتنی کتابیں ہیں وہ عموما ”کتاب الطهارة“ ہی سے شروع ہوتی ہیں، نیز اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی رکن نماز ہے، اس میں بھی جسم کی طہارت، لباس کی طہارت اور جگہ کی طہارت کو بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے، (۲) پھر ہر نماز سے پہلے وضوء کا حکم ہے، (۳) پہلے سے وضو ہو تو دوبارہ وضو کرنے کی ترغیب، (۴) ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کی ترغیب، (۵) ریح خارج ہو تو وضو کرنے کا حکم، (۶) بدن کے کسی مقام سے بہنے والا خون نکل جائے (۷) یا قئے ہو جائے تو وضو کا حکم، (۸) ٹیک لگانے سے اگر نیند آجائے تو وضو کرنے کا حکم، (۹) یہ سارے احکام نہ صرف یہ کہ ہر مسلمان کو شعوری طور پر طہارت کے بارے میں حساس بناتے اور پاک صاف رہنے کی عادت ڈالتے ہیں؛ بلکہ ہر مسلمان کے ذہن میں طہارت کا ایک ایسا تصور قائم کرتے ہیں کہ طہارت کی حالت میں ہر مسلمان اپنے جسم وروح کی کیفیت کو عام حالت سے ممتاز اور ارفع سمجھنے لگتا ہے، اگر کہیں پانی

---

(۱) صحیح مسلم، رقم الحديث: ۲۲۳، باب فضل الوضوء

(۲) بدائع الصنائع: ۱/ ۱۱۴، فصل في شرائط أركان الصلاة

(۳) المائدة: ۶

(۴) أبو داؤد، رقم الحديث: ۶۲، باب الرجل يجدد الوضوء

(۵) بخاری، رقم الحديث: ۸۸۷، باب السواک يوم الجمعة

(۶) ترمذی، رقم الحديث: ۷۴، باب ما جاء في الوضوء من الريح

(۷) سنن الدار قطنی، رقم الحديث: ۵۸۱، باب الوضوء من الخارج من البدن الخ

(۸) مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث: ۵۲۴، باب الوضوء من القيء

(۹) أبو داؤد، رقم الحديث: ۲۰۲، باب في الوضوء عن النوم

نہ ہو، یا پانی کے استعمال سے کسی ضرر شدید کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتو اس وقت مٹی یا اس کے ہم جنس اشیاء سے تیمم کرنے کا حکم دیا گیا ہے(۱)؛ حالانکہ ان چیزوں سے چہرہ اور ہاتھ کچھ نہ کچھ گردآلود ہو ہی جاتے ہیں، پھر بھی ان خاص حالات میں یہ حکم دیا گیا ہے تا کہ نفسیاتی طور پر طہارت کے اس احساس کو باقی رکھا جائے جو اللہ جل شانہ کے دربار میں حاضری دینے کے لئے ضروری ہے، حضور اکرم ﷺ پر جب دوسری مرتبہ وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو نبوت کی بھاری ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے جو ہدایات دی گئیں ان میں سے ایک یہ تھی:

{وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝} ۲))

''اور اپنے کپڑے پاک رکھ، اور گندگی سے دور رہ''

گویا دین اسلام کی تمام تر عبادات کا انحصار طہارت و پاکی پر ہے، اور یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ نجاستوں سے دور رہنا ہر سلیم الطبع انسان کا فطری جذبہ ہے، جس کی طبیعت میں جتنی سلامتی ہوتی ہے، اسی قدر وہ ان سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے۔

انبیاء کرام اور ان کی نفیس طبیعتیں

انبیاء کرام کی طبیعتیں چونکہ سلامتی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتی ہیں؛ اس لئے وہ اس معاملے میں بڑے حساس ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہیں خوشبو محبوب ہوتی ہے، احادیث میں خوشبو کو رسولوں کے مابین رائج امور میں شمار کیا گیا ہے۔ (۳)

فرشتوں کی نفاست

فرشتے بھی اس سلسلے میں بڑے حساس ہوتے ہیں، وہ تو معنوی نجاستوں سے بھی دور بھاگتے ہیں، ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جو انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو (جو ایک معنوی بدبو ہے) سے
فرشتے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں'' (۴)

---

(۱) الهداية في شرح بداية المبتدي: ۱/ ۲۸، باب التيمم

(۲) المدثر: ۴-۵

(۳) ترمذي، رقم الحديث: ۱۰۸۰، باب ماجاء في فضل التزويج الخ

(۴) ترمذي، رقم الحديث: ۱۹۷۲، باب ماجاء في الصدق والكذب

اس لئے فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے صفات کے حامل جو حضرات ہوتے ہیں، وہ ہر قسم کی گندگی سے دور رہتے ہیں، اور پاکی وصفائی اختیار کرنے میں کیف وسرور محسوس کرتے ہیں، اور اس سے انہیں انشراحِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ (۱)

طہارت وپاکیزگی کے فوائد

طہارت سے باطن منور ہوتا ہے، انس وسرور پیدا ہوتا ہے، تشویش وپراگندگی اور پریشانی افکار دور ہوتی ہے، گویا طہارت کی روح نور باطن، دل کا سرور اور اطمینان خاطر ہے، (۲) طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدن کو پاک صاف رکھا کرو، اس کا اثر تمہارے باطن پر پڑے گا، اور اللہ اس کو بھی پاک کردے گا، جو مؤمن بندہ پاکی کی حالت میں رات گذارتا ہے تو اسے فرشتوں کی معیت حاصل ہوتی ہے، جب بھی وہ پہلو بدلتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں:

”اللھم اغفر لعبدک فإنه بات طاھرا“ (۳)

”اے اللہ تو اپنے اس بندہ کی مغفرت فرما؛ کیونکہ اس نے پاکی کی حالت میں رات گذاری ہے“

ایک حدیث میں ہے کہ جو عبادت گذار پاکی کا اہتمام کرتا ہے، وہ اللہ کا محبوب بندہ ہوتا ہے، (۴) دیلمی نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ

”طہارت کی حالت میں سونے والا شخص ثواب کے لحاظ سے اس روزہ دار کی طرح ہے، جو عبادت میں مصروف ہو“ (۵)

طبرانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ

”اسلام صاف ستھرا مذہب ہے؛ اس لئے تم لوگ پاک وصاف رہا کرو، اللہ

---

(۱) حجة الله البالغه: ۱/ ۲۹۴، من أبواب الطهارة

(۲) دیکھئے: المصالح العقلیه ص: ۳۰۷، حکمت طہارت صغری وکبری

(۳) المعجم الأوسط، رقم الحديث: ۵۰۵۷، باب من اسمه محمد

(۴) تاریخ بغداد للخطیب تحقیق بشار، تذکرہ عبداللہ بن علی: ۱۱/ ۱۸۱

(۵) الزهد والرقائق لابن المبارک، رقم الحديث: ۱۲۴۳، باب فضل ذکر الله الخ

تعالیٰ جنت میں پاک وصاف رہنے والوں کو ہی داخل فرمائیں گے"(۱)

مسلم شریف کی ایک روایت میں طہارت کو ایمان کا جزء قرار دیا گیا ہے، (۲) یہی نہیں بلکہ طہارت کو بعض احادیث میں جہنم سے نجات (۳) اور گناہوں کی معافی کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔ (۴)

یہ فضائل اس بات کے لئے کافی ہیں کہ انسان طہارت کو اہمیت کے ساتھ اپنے معمولات زندگی میں داخل کرلے اور اس وجہ سے بھی کہ بہت ساری عبادتیں ایسی ہیں جن میں طہارت شرط ہے، جس کے بغیر وہ عبادات ادا نہیں ہوتیں، اور بعض عبادتوں میں اس کی حیثیت اگر چہ شرط کی نہیں ہے؛ لیکن اس کی ادائیگی کے وقت بہر حال طہارت مطلوب ومحمود ہے، مثلاً روزہ ہی کو لے لیجئے، اس کی ادائیگی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے، اگر کوئی روزہ دار پورا دن ناپاکی کی حالت میں گذار دے، پھر بھی اس کا روزہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن جو انوار وبرکات اس روزہ سے اسے حاصل ہونے چاہئیں وہ اسے حاصل نہیں ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس کے اس فعل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۵)

اس کے علاوہ ہر مؤمن کے ساتھ رحمت کے فرشتوں کا ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے، اور فرشتے فطرتاً نجاستوں سے دور رہا کرتے ہیں، اگر یہ مومن بندہ اپنے کو پاک نہیں رکھے گا اور اس کے کپڑے اور جسم نجاستوں سے آلودہ ہونگے تو ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل ان فرشتوں کے لئے کس قدر تکلیف کا باعث ہوگا۔ پھر دوستوں، عزیز واقارب اور دیگر اہل تعلق سے ملنا جلنا آئے دن ہوتا ہی رہتا ہے، اگر وہ طہارت کا اہتمام نہیں کرتا، اور اپنے آپ کو نجاستوں سے دور نہیں رکھتا تو ان حضرات کو بھی اس سے جتنی تکلیف ہوگی ظاہر ہے، اس کا یہ فعل جہاں ایمانی بھائی چارگی کے منافی ہے، وہیں انسانی اقدار کے بھی خلاف ہے، اس لئے طہارت کا اہتمام کرنا ایک امر شرعی اور ایمانی بھائی چارگی اور مروت کا تقاضا ہے۔

---

(۱) المعجم الأوسط، رقم الحدیث: ۴۸۹۳، باب من اسمه عیسی

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۳، باب فضل الوضوء

(۳) المعجم الأوسط، رقم الحدیث: ۴۸۹۳، باب من اسمه عیسیٰ

(۴) بخاری، رقم الحدیث: ۲۴۵، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء

(۵) در مع الشامی: ۲/۴۰۰، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده

طہارت کا اہتمام نہ کرنے پر وعید

اسلام نے جہاں صفائی وستھرائی اور پاکیزگی کی ترغیب دی ہے، وہیں ان حضرات کے بارے میں وعیدیں بھی بیان کی ہیں، جو نجاستوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں؛ تا کہ کاہل اور سست انسان بھی اس کی اہمیت کو پوری بصیرت کے ساتھ سمجھ لے، اور اس میں ذرہ برابر غفلت نہ برتے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”پیشاب سے بچا کرو؛ کیوں کہ قبر میں سب سے پہلے اسی کے بارے میں حساب ہوگا“، (۱) ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ”قبر میں عام طور پر عذاب پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے“، (۲) علامہ ہیثمیؒ نے لکھا ہے:

> ”بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ جب ان کے کپڑوں پر پیشاب وغیرہ لگ جایا کرے تو اسے کاٹ کر جدا کر دیں؛ چنانچہ وہ لوگ اس حکم کو بجالاتے رہے، مگر ان میں سے ایک شخص نے ان لوگوں کو اس عمل سے روک دیا، جب اس شخص کا انتقال ہوگیا تو (اس جرم کی پاداش میں) اسے قبر میں عذاب دیا گیا“ (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

> ”ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ دو قبروں کے پاس سے ہم لوگوں کا گذر ہوا، آپ ﷺ وہاں ٹھہرے تو ہم لوگ بھی ٹھہر گئے، ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو رہا ہے، اور آپ ﷺ جو قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے، اس پر بھی کپکپی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، ہم لوگوں نے جب آپ ﷺ سے حقیقت حال دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں جو سن رہا ہوں وہ تمہیں سنائی نہیں دے رہا

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۷۶۰۵، مکحول الشامی عن أبی أمامة

(۲) سنن دار قطنی، رقم الحدیث: ۴۶۴، باب نجاسة البول الخ

(۳) سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۰، البول إلی السترة یستتر بها

ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: حضور! وہ کیسی آواز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں مردوں کو قبر میں سخت عذاب ہورہا ہے، اور یہ عذاب ایسے گناہ کی وجہ سے ہورہا ہے جس سے ان کو بچنا آسان تھا، ہم لوگوں نے عرض کیا: حضور! وہ گناہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک تو پیشاب سے احتراز نہیں کرتا تھا، اور دوسرا چغلخوری کیا کرتا تھا'' (۱)

ایک روایت میں ہے:

''جہنم میں چار طرح کے لوگوں سے خود جہنمی پریشان ہوں گے، اورانھیں تکلیف واذیت پہنچے گی، جب جہنمی لوگ ان لوگوں سے کافی پریشان ہوجائیں گے تو کہیں گے کہ آخر یہ کون لوگ ہیں؟ ہم جس پریشانی سے دوچار تھے وہی کیا کم تھی، اب ان لوگوں نے تو میری تکلیف میں اور سنگینی پیدا کردی ہے، تو ان میں سے ایک شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا، اور پیشاب لگ جانے کے بعد اسے دھلتا نہیں تھا'' (۲)

انہی وعیدوں کے پیش نظر پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عدم التنزہ عن البول کبیرۃ'' (۳)

''پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے''

ان احادیث میں اگرچہ خاص طور پر پیشاب کے بارے میں وعیدیں مذکور ہیں؛ لیکن یہی ساری وعیدیں پاخانہ یا دیگر نجاستوں سے احتراز نہ کرنے پر بھی ہیں، چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ ہی نے صراحت کی ہے:

---

(۱) صحیح ابن حبان تحقیق شعیب ارنؤوط رقم الحدیث: ۸۲۴، ذکر الخبر الدال علی أن الأشیاء النامیۃ الخ

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۷۲۲۶، شفی بن ماتع الأصبحی الخ

(۳) الزواجر عن اقتراف الکبائر: ۲۰۸/۱، الکبیرۃ الحادیۃ والسبعون

"إذا ترتب على البول فلأن يترتب على الغائط من باب أولى لأنه أقذر و أفحش"(١)

''جب پیشاب سے احتیاط نہ کرنے پر یہ ساری وعیدیں بیان کی گئی ہیں تو پاخانہ (وغیرہ) سے احتیاط نہ کرنے پر تو یہ وعیدیں بدرجۂ اولی ہوں گی؛ کیوں کہ یہ تو پیشاب کے مقابلہ میں زیادہ نجس اور گندے ہیں''

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں ہر قسم کی نجاستوں سے دور رہنا مطلوب ہے؛ لیکن ذیل میں ان تمام نجاستوں کے احکام اور ان سے طہارت حاصل کرنے کی تفصیلات پیش کرنے کے بجائے ہم صرف اس نجاست کے بارے میں گفتگو کریں گے جس کا تعلق پیشاب و پاخانہ کے راستے سے نکلنے والی نجاستوں سے ہے، اور اس تعلق سے اسلام نے جو رہنمائی کی ہے آئندہ صفحات میں ہم صرف اسے پیش کریں گے۔

---

(١) الزواجر عن اقتراف الكبائر: ١/٢٠٩، الكبيرة الثانية والسبعون

استنجاء کا بیان

امور طہارت میں سے استنجاء بھی ہے، حدیث پاک میں اسے امور فطرت میں سے شمار کیا گیا ہے، (۱) تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے پانی سے استنجاء کیا تھا، (۲) پیشاب و پاخانہ کے راستے سے نکلنے والی نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کا نام استنجاء ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

> "الاستنجاء طلب طهارة القبل والدبر من النجو" (۳)
>
> "پیشاب و پاخانہ کے راستوں کو نجاستوں سے پاک کرنے کو استنجاء کہتے ہیں"

استنجاء کب کیا جائے؟

شریعت نے درج ذیل صورتوں میں استنجاء کرنے کا حکم دیا ہے:

(الف) پیشاب

پیشاب چونکہ ایک ناپاک چیز ہے؛ (۴) اس لئے پیشاب کرنے کے بعد استنجاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "رأیت عمر بن الخطاب بال فمسح ذکره بالتراب ثم التفت إلینا، فقال: هكذا علمنا" (۵)

---

(۱) مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱، باب خصال الفطرة

(۲) تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۸۷، تحت قوله تعالیٰ وإذا ابتلی إبراهیم ربه الخ

(۳) بدائع: ۱/ ۱۸، فصل سنن الوضوء

(۴) درمع الشامی: ۱/ ۳۴۴، سنن الوضوء

(۵) المعجم الأوسط رقم الحدیث: ۴۵۸۴، من اسمه عبدان

> ''میں نے حضرت عمر ﷛ کو دیکھا کہ انہوں نے پیشاب کرنے کے بعد شرمگاہ کو مٹی سے پاک کیا، پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ہم کو ایسا ہی معلوم ہے''

اس اثر کے ذیل میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷛ کا یہ ارشاد ''هكذا علمنا'' صراحۃً اس بات کو بتاتا ہے کہ پیشاب کے بعد پتھر وغیرہ سے استنجاء کرنا سنت ہے۔(۱)

(ب) پاخانہ

پاخانہ بھی ایک ناپاک شئ ہے، جس سے پاکی حاصل کرنے کی تاکید مختلف احادیث میں آئی ہے؛ چنانچہ حضرت عائشہ ﷞ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ:

> **'' إذا ذهب أحدكم إلى الغائط فليذهب معه بثلاثة أحجار يستطيب بهن، فإنها تجزئ عنه''(۲)**

> ''جب کوئی بیت الخلاء جائے تو تین پتھر ساتھ لے جایا کرے اور ان سے استنجاء کرے؛ کیوں کہ یہ استنجاء کے لئے کافی ہے''

آپ ﷺ کا بھی معمول تھا کہ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو استنجاء کے واسطے کوئی چیز ضرور اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو حضرت ابوہریرہ ﷛ سے فرمایا:

> **''ابغني أحجارا استنفض بها'' (۳)**

> ''استنجاء کرنا ہے، چند پتھر تلاش کر کے لاؤ''

اور حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

> **'' مرن أزواجكن أن يغسلوا أثر الغائط والبول فإن رسول**

---

(۱) إعلاء السنن: ۳۰۱/۱، باب كون الاستنجاء سنة بالماء إذا طهر الخ

(۲) ابوداؤد رقم الحديث: ۴۰، باب الاستنجاء بالحجارة

(۳) بخاری رقم الحديث: ۳۸۶۰، باب ذكر الجن

> الله ﷺ يفعله وأنا أستحييهم"(۱)
>
> ''اے عورتو! تم سب اپنے اپنے شوہروں کو بتلادو کہ پاخانہ وپیشاب سے فارغ ہونے کے بعد اس مقام کو دھولیا کریں، آپ ﷺ کا عمل بھی یہی تھا، میں خود ان حضرات سے کہنے میں شرم محسوس کرتی ہوں''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ پاخانہ وپیشاب سے فراغت کے بعد استنجاء کرنا شرعاً مطلوب ہے۔

(ج) مذی

ایک لیس دار، پتلا اور سفید مادہ جو شہوت کے وقت نکلتا ہے، بسا اوقات اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا، اور اس کے نکلنے کے بعد شہوت میں اور اضافہ ہوتا ہے، اسے مذی کہتے ہیں، (۲) یہ بھی ناپاک ہے، (۳) اگر یہ نکلے تو استنجاء کرنا ضروری ہوگا، چنانچہ نسائی کی ایک روایت میں ہے:

> ''أرسل علي بن أبي طالب المقداد إلى رسول الله ﷺ يسأله عن الرجل يجد المذى، فقال رسول الله ﷺ : يغسل ذكره ثم ليتوضأ''(۴)
>
> ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقداد رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں مذی کے بارے میں مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مذی نکلنے کے بعد اس مقام کو دھولے، اور اس کے بعد وضو کرلے (پاک ہوجائے گا)''

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۱۸، من كان يقول إذا خرج من الغائط فليستنج بالماء

(۲) شامی: ۱/ ۱۶۵، باب سنن الغسل، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۱۰۰، فصل عشرة أشياء لا يغتسل منها،

(۳) حوالہ سابق: ۱/ ۱۵۵، باب الأنجاس والطهارة عنها

(۴) نسائی رقم الحدیث: ۴۳۹، الاختلاف علی بکیر

(د) خون و پیپ

اگر سبیلین (پیشاب و پاخانہ کے راستے) سے پاخانہ وپیشاب کے علاوہ خون یا پیپ نکل جائے تو یہ بھی چونکہ ناپاک ہیں، اس لئے اس کے بعد بھی استنجاء کرنا ہوگا، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"لو خرج من السبيلين دم أو قيح يطهر بالحجارة ونحوها"(۱)

"اگر سبیلین سے خون یا پیپ نکلے تو پتھر وغیرہ سے پونچھ دینے سے بھی پاکی حاصل ہوجائے گی"

(ہ) ودی و منی

پیشاب کے بعد اور کبھی کبھی پیشاب سے پہلے بھی گاڑھا اور مٹیلے رنگ کا مادہ نکلا کرتا ہے جس میں عموما بونہیں ہوتی ہے، اسے ودی کہتے ہیں (۲) اور جماع کے وقت جو سفید اور گاڑھا مادہ نکلتا ہے، جس کے بعد شہوت میں کمی آجاتی ہے، اس مادہ کے نکلتے وقت اس میں کھجور کے گابھے جیسی بو ہوتی ہے، اور خشک ہوجانے کے بعد اس میں انڈے جیسی بو ہوتی ہے، اسے منی کہتے ہیں، (۳) یہ دونوں بھی ناپاک ہیں؛ (۴) لہٰذا ان کے نکلنے کے بعد بھی استنجاء کرنے کا حکم ہے؛ چنانچہ علامہ عینیؒ شرح ہدایہ میں مبسوط کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"استنجى من الغائط والبول والمذي والودي والمني والدم الخارج من السبيلين"(۵)

"سبیلین سے پیشاب نکلے یا پاخانہ، مذی وودی نکلے یا منی وخون، ہر صورت میں استنجاء کرے"

---

(۱) عالمگیری: ۱/ ۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء

(۲) مراقی الفلاح مع حاشية طحطاوی، ص: ۱۰۱، عشرة أشياء لا يغتسل

(۳) مراقي وحاشية طحطاوی، ص: ۹۶، فصل مايوجب الاغتسال

(۴) حاشية طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱/ ۱۵۵، باب الأنجاس والطهارة عنها

(۵) بنايه: ۱/ ۷۵۶، مايكون به الاستنجاء

(و) کیڑا وغیرہ

اگر آگے اور پیچھے کی شرمگاہ سے مذکورہ نجاست کے علاوہ کیڑا، کنکری یا بال وغیرہ نکلیں تو ان سب سے استنجاء کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ ساری چیزیں خشک ہوں، اور سبیلین پر بھی تری وغیرہ ظاہر نہ ہو تو استنجاء کرنا لازم نہیں ہے، اور اگر یہ سب تر ہوں اور تری محل پر بھی ظاہر ہو گئی ہو تو استنجاء کرنا ضروری ہوگا، (۱) علامہ شامیؒ نے بھی یہی تفصیل بیان کی ہے۔ (۲)

(ز) خارجی نجاست

اگر پیشاب و پاخانہ کے راستے سے تو کوئی چیز نہیں نکلی؛ لیکن کوئی ناپاک شئ اس جگہ پر لگ گئی، مثلاً خون، یا پیپ لگ گیا، یا کوئی اور ناپاک چیز لگ گئی تو اس صورت میں بھی استنجاء کرنا ضروری ہوگا، (۳) تبیین میں ہے :

> " لو أصاب موضع الاستنجاء نجاسة من الخارج يطهر بالاستنجاء بالحجارة أو نحوها" (۴)
>
> "اگر سبیلین پر خارج سے کوئی نجاست لگ جائے تو پتھر وغیرہ سے استنجاء کرنے سے محل پاک ہو جائے گا"

بعض صورتوں میں استنجاء کا حکم

درج بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سبیلین سے نجاست نکلنے پر شریعت نے استنجاء کرنے کا حکم دیا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شئ ناپاک نہ ہو اور وہ سبیلین سے نکلے تو استنجاء کرنا لازم نہ ہوگا، مثلاً:

ریح: اس کا خارج ہونا اگر چہ ناقض وضوء ہے؛ لیکن وہ ناپاک نہیں ہے (۵)؛ لہٰذا ریح کے خارج ہونے پر استنجاء کرنا نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں؛ بلکہ ممنوع بھی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) موسوعہ فقهيه: ۱۱۲/۴، الخارج غير المعتاد

(۲) شامی: ۳۳۵/۱، فصل في الاستنجاء

(۳) مراقی الفلاح ص: ۲۴، فصل في الاستنجاء

(۴) تبيين الحقائق: ۷۷/۱، الاستنجاء

(۵) شامی: ۱۳۶/۱، سنن الوضوء

"من استنجی من الریح فلیس منا" (۱)

"جو ریح کے خارج ہونے کے بعد استنجاء کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے"

اسی لئے فقہاء نے بھی اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے، (۲) اسی طرح سو کر اٹھنے یا پچھنا لگانے کے بعد بھی استنجاء کرنا درست نہیں ہے، علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔ (۳)

استنجاء کن چیزوں سے کیا جائے؟

استنجاء کے لئے جن چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے اسے بھی شریعت نے متعین کر دیا ہے، ذیل میں ہم ان چیزوں کی تفصیلات پیش کریں گے:

(الف) پانی

پانی کائنات کی عظیم ترین نعمت ہے، یہ ہر گندی چیز کو پاک کر دیتی ہے اور اس سے طہارت کے ساتھ نظافت و پاکیزگی بھی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ اس امر کے باوجود کہ ملک عرب میں پانی کی قلت تھی، اور ہر جگہ پانی دستیاب نہیں تھا، آپ ﷺ نے اس کا استعمال فرمایا ہے؛ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ ﷺ یدخل الخلاء فأحمل أنا وغلام إداوة من ماء وعنزة یستنجی بالماء" (۴)

"جب آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو ہم اور ایک انصاری لڑکا پانی اور چھڑی لے لیتے تھے، اور آپ ﷺ پانی سے استنجاء کرتے تھے"

علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"والحدیث یدل علی ثبوت الاستنجاء بالماء" (۵)

"اس حدیث سے پانی سے استنجاء کرنے کا ثبوت ملتا ہے"

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۵/۵۵، ترجمہ شرقی بن قطامی

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۴۴، فصل فی الاستنجاء

(۳) حوالہ سابق

(۴) بخاری رقم الحدیث: ۱۵۲، باب حمل العنزۃ مع الماء

(۵) نیل الأوطار: ۱/۱۲۹، باب الاستنجاء بالماء

(ب) سیال چیزیں

سیال چیزوں سے بھی استنجاء کرنا درست ہے، بشرطیکہ اس میں چکناہٹ اور چپچپاہٹ نہ ہو، چنانچہ تیل اور دودھ میں چونکہ چکناہٹ اور چپچپاہٹ ہوتی ہے، جس سے نجاست کے اثرات ختم ہونے کے بجائے اس کے مزید پھیل جانے کا اندیشہ ہے؛ اس لئے ان سے استنجاء کرنا درست نہ ہوگا، ہاں جن رقیق اور سیال چیزوں میں چکناہٹ اور چپچپاہٹ نہ ہو، مثلا سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ تو ان سے استنجاء کیا جاسکتا ہے؛ (۱) لیکن علامہ ابن عابدین نے حلیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس صورت میں چونکہ اضاعت مال لازم آتا ہے جو شرعاً مکروہ ہے؛ لہٰذا بلاضرورت سیال چیزوں سے استنجاء نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ (۲)

(ج) پتھر

استنجاء کے لئے استعمال کی جانے والی اشیاء میں سے ایک پتھر بھی ہے، اہل عرب عام طور پر استنجاء کے لئے اسی کا استعمال کرتے تھے؛ کیوں کہ یہ انھیں ہر جگہ بلاتکلف مل جاتا تھا، اور اس کے حاصل کرنے میں پانی کی طرح دشواری نہیں ہوتی تھی؛ اس لئے اکثر احادیث میں پتھر کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ:

> **”أن رسول الله ﷺ قال إذا ذهب أحدكم إلى الغائط فليذهب معه بثلاثة أحجار يستطيب بهن فإنها تجزئ عنه“ (۳)**
>
> ”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب قضاء حاجت کے لئے جائے تو تین پتھر اپنے ساتھ لے جائے اور ان سے طہارت حاصل کرے؛ کیوں کہ اس سے عام طور پر طہارت حاصل ہوجاتی ہے“

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

---

(۱) بحر: ۱/ ۲۴۳، باب الأنجاس

(۲) شامي: ۱/ ۳۰۹، باب الأنجاس

(۳) ابوداؤد رقم الحديث: ۴۰، باب الاستنجاء بالحجارة

"من استجمر فلیوتر من فعل فقد أحسن ومن لا فلا حرج"(۱)

"جو بغرض استنجاء پتھر استعمال کرنا چاہے تو طاق عدد کی رعایت کرے، اور جس سے طاق عدد کی رعایت نہ ہو سکے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے"

احادیث کی روشنی میں جمہور علماء کا کہنا ہے کہ استنجاء کے لئے پتھر کا استعمال کرنا درست ہے، اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(د) پتھر کے علاوہ دیگر ٹھوس چیزیں

پتھر کے علاوہ دیگر جامد اور ٹھوس اشیاء کو بغرض استنجاء استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں امام احمدؒ سے ایک روایت ہے کہ احادیث میں ٹھوس اشیاء کے قبیل سے صرف پتھر کا ذکر ہے، کسی دوسری ٹھوس چیز کا حدیث پاک میں ذکر نہیں ہے؛ اس لئے پتھر کے علاوہ کسی دوسری ٹھوس چیز کو بغرض استنجاء استعمال کرنا درست نہ ہوگا، نیز وہ فرماتے ہیں کہ استنجاء کے واسطے ٹھوس چیز کا استعمال کرنا گویا ایک قسم کی رخصت ہے، اور اس کے لئے پتھر کی تعیین کر دی گئی ہے؛ لہٰذا اسی پر اکتفاء کرنا ضروری ہوگا، اسی کو امام ابوبکرؒ نے بھی اختیار کیا ہے اور داؤد ظاہری کا یہی مذہب ہے؛(۲) لیکن جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ پتھر کے علاوہ دیگر ٹھوس چیزوں سے بھی استنجاء کرنا جائز ہے، احادیث میں بھی کچھ ایسے قرائن ہیں جن سے پتھر کے علاوہ دیگر ٹھوس اور جامد اشیاء سے استنجاء کرنے کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً: ایک مرتبہ جب آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ استنجاء کن چیزوں سے کیا جائے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بثلاثة أحجار لیس فیها رجیع"(۳)

"تین پتھر کو استعمال کرو، اس میں گوبر نہ ہو"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے صرف "رجیع" (گوبر) کا استثناء فرمایا ہے، اگر

---

(۱) أبو داؤد رقم الحديث: ۳۵، باب الاستتار في الخلاء

(۲) المغني لابن قدامة: ۱/۱۱۵، مسألة الاستنجاء بالخشب

(۳) أبو داؤد رقم الحديث: ۴۱، باب الاستنجاء بالحجارة

''احجار'' کا مقصود پتھر اور اس کے مثل دیگر ٹھوس چیزیں نہ ہوتیں تو یہ کہنے کی کوئی حاجت نہ تھی کہ ''گوبر نہ ہو'' نیز حضرت سلمان فارسی ﷛ کی ایک روایت میں ہے کہ جب ان سے بطور اعتراض کفار ومشرکین نے کہا کہ تمہارے یہ نبی کیسے ہیں کہ وہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں ؛ حالاں کہ یہ چیزیں گھن والی ہیں اور طبیعت کو ان کے ذکر سے کراہت ہوتی ہے، مجلسوں میں ان کا تذکرہ کسی طرح مناسب نہیں ،تو سلمان فارسی ﷛ ان کے اعتراض سے مرعوب ہونے کے بجائے اس سلسلے میں دی گئی ہدایت کو نہایت پر اعتماد لہجے میں بتانا شروع فرمادیا:

> **''أجل, لقد نهانا أن نستقبل القبلة لغائط أو بول أو أن نستنجي باليمين أو أن نستنجي بأقل من ثلثة أحجار أو أن نستنجي برجيع أو عظم''(۱)**
>
> ''بالکل صحیح ہے، آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو قضاء حاجت کے وقت قبلہ رو ہونے سے منع فرمایا، دائیں ہاتھ اور تین پتھر سے کم استعمال کرنے سے منع فرمایا، اور گوبر و ہڈی سے بھی استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے''

اس حدیث میں بھی بغرض استنجاء پتھر کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے؛ لیکن ساتھ ہی گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے کو منع کیا گیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں صرف پتھر ہی مراد نہیں ہے ؛ بلکہ پتھر کے علاوہ جو بھی جامد اور ٹھوس چیزیں ہوں ان کا استعمال بغرض استنجاء شرائط (۲) کے ساتھ درست ہے(۳) صاحب ہدایہ رقمطراز ہیں :

> **''والاستنجاء سنة ويجوز فيه الحجر وماقام مقامه''(۴)**
>
> ''استنجاء کرنا سنت ہے ،اس کے لئے پتھر اور اس کے مثل دوسری چیزیں بھی استعمال کرنا جائز ہے''

اور علامہ عینی رحمہ اللہ مبسوط شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

---

(۱) **مسلم رقم الحديث: ۲۲۶، باب الاستطابة**

(۲) یہ شرائط بعد میں مفصل آرہی ہیں۔

(۳) **المغني لابن قدامة: ۱/ ۱۱۵، مسألة الاستنجاء بالخشب**

(۴) **هدايه: ۱/ ۳۸، فصل في الاستنجاء**

"والاستنجاء بالحجر أو ما يقوم مقامه كالأعيان الظاهرة والعود والخرقة سنة" (۱)

"استنجاء کرنا پتھر یا اس کے ہم مثل پاک اشیاء مثلاً لکڑی اور (غیر استعمالی) کپڑے سے سنت ہے"

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ پتھر کے علاوہ دیگر ٹھوس چیزوں سے بھی استنجاء کرنا جائز ہے۔

ٹھوس چیزوں کے شرائط

لیکن پتھر کے علاوہ دیگر ٹھوس چیزوں کو بغرض استنجاء استعمال کرنے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا لحاظ کرنا ضروری ہے، فقہاء نے پانچ شرطیں بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) وہ شئی خشک اور ٹھوس ہو، کیونکہ استنجاء کا مقصد ہے نجاست کا ازالہ، اور جب استنجاء کے لئے استعمال کی جانے والی شئی تر ہوگی یا ٹھوس نہ ہوگی تو اس کے استعمال سے نجاست مزید پھیل جائے گی، ازالہ نہ ہو سکے گا، اس لئے صاحب بحر نے لکھا ہے کہ تر اشیاء سے استنجاء درست نہیں ہے۔ (۲)

(۲) پاک ہو، نجس نہ ہو، کیونکہ اگر وہ شی ناپاک ہوگی تو محل کو مزید ناپاک کر دے گی، خصوصاً جبکہ وہ تر ہو، اور اگر وہ تر نہ ہو تو اس کے استعمال سے محل اگر چہ ناپاک نہ ہوگا تاہم ناپاک شئی کو بلا ضرورت استعمال کرنا لازم آئے گا جو ممنوع ہے، صاحب بدائع فرماتے ہیں:

"السنة هو الاستنجاء بالأشياء الطاهرة" (۳)

"پاک اشیاء کے ذریعہ استنجاء کرنا سنت ہے"

یہی وجہ ہے کہ صاحب فتح القدیر نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جس پتھر

---

(۱) البناية شرح الهداية: ۱/۷۴۸، حكم الاستنجاء

(۲) شامي: ۱/۳۴۰، فصل في الاستنجاء

(۳) بدائع: ۱/۱۸، فصل في سنن الوضوء

سے ایک بار استنجاء کرلیا گیا ہو، پھر اسے دوسری بار استنجاء کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، (۱) حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے، (۲) نیز لید اور گوبر سے بھی استنجاء کرنا اسی بنیاد پر مکروہ ہے۔ (۳)

(۴) اس شئ میں نجاست دور کرنے کی صلاحیت ہو، مثلاً وہ چکنی لکڑی وغیرہ نہ ہو ؛ کیوں کہ اس کی چکناہٹ کی وجہ سے نجاست دور نہ ہو سکے گی، (۴) اور جامع الجوامع سے علامہ ابراہیم حلبی نے نقل کیا ہے کہ بغرض استنجاء بانس کی لکڑی کے استعمال سے بواسیر پیدا ہونے کا خوف ہے، (۵) یہی حکم پالش شدہ پتھر (جس میں کھردرا پن بالکل نہ ہو) کا ہے؛ کیونکہ اس سے بھی نجاست دور نہیں ہو پائے گی؛ بلکہ محل کو مزید گندہ کر دے گا، کوئلہ کا بھی یہی حکم ہے (۶) علامہ بغویؒ کوئلہ سے استنجاء کرنے کے ناجائز ہونے کی وجہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **"النهى عن الاستنجاء بالفحم لأنه رخو يتفتت إذا ناله غمز ويتعلق بالمحل ولا يقلع الأذى" (۷)**
>
> "کوئلہ سے استنجاء کرنا اس لئے ممنوع ہے کہ وہ نرم ہونے کی وجہ سے انگلی سے دباتے ہی چورا چورا ہو جاتا ہے، محل نجاست سے چمٹ جاتا ہے، اور گندگی کو دور نہیں کرتا"

علامہ حلبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(۱) فتح القدير: ۲۱۶/۱، فصل في الاستنجاء

(۲) مصنف ابن أبي شيبة رقم الحديث: ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، باب ما كره أن يستنجى به ولم يرخص فيه

(۳) هدايه: ۳۹/۱، فصل في الاستنجاء

(۴) موسوعه فقهية: ۱۲۲/۴، مايستجمر به

(۵) غنية المتملى، ص: ۳۹، مطلب استقبال القبلة عند الاستنجاء مكروه كراهة تحريم

(۶) حوالہ سابق

(۷) شرح السنة: ۳۶۶/۱، باب أدب الخلاء

”درخت کے پتوں سے بھی استنجاء نہ کرے؛ کیوں کہ اس میں بھی چکناہٹ ہوتی ہے“(۱)

(۴) ضرر رساں نہ ہوں، مثلاً: نوکدار ٹھیکرے، یا پکی ہوئی اینٹ جس کے نوک نکلے ہوئے ہوں یا شیشہ وغیرہ، کہ یہ ساری چیزیں محل کو زخمی کردیں گی، اس لئے ان کا استعمال کرنا بھی بغرض استنجاء درست نہ ہوگا، (۲) اسی حکم میں دھاردار اشیاء، مثلا: چاقو وغیرہ ہے۔ (۳)

(۵) قابل احترام نہ ہو؛ کیوں کہ قابل احترام چیز کو بلا وجہ ناپاکی سے ملوث کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

شئ کے محترم ہونے کے اسباب

کسی شئے کا محترم ہونا اور قابل تعظیم ہونا تین اسباب سے ہوا کرتا ہے،

(الف): وہ شئ غذا کے قبیل سے ہو، کسی شئ کا غذا کے جنس سے ہونا اس کے قابل احترام ہونے کی علامت ہے؛ کیوں کہ غذا کے جنس کی کسی بھی چیز سے استنجاء کرنے سے اس کا ضیاع لازم آئے گا، (۴) اور اس کی اہانت ہوگی (۵) علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جب پیالہ وغیرہ کاغذ پر رکھنا ناپسند اور مکروہ خیال کیا جاتا ہے تو غذائی اشیاء کا بغرض استنجاء استعمال کرنا بدرجہ اولی مکروہ ہوگا (۶) اسی لئے آپ ﷺ نے ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ جناتوں کی غذا ہے، چنانچہ ترمذی کی روایت ہے:

”لاتستنجوا بالروث ولا بالعظام فإنه زاد إخوانكم من الجن (۷)“

---

(۱) غنية المتملي، ص:۳۹، مطلب استقبال القبلة عند الاستنجاء مكروه كراهة تحريم
(۲) حوالہ سابق
(۳) موسوعه فقهية: ۴/۱۲۲، مايستجمر به
(۴) ہدایہ: ۱/۳۹، فصل في الاستنجاء
(۵) مراقي الفلاح مع حاشية طحطاوي، ص:۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء
(۶) فتح القدیر ۱/۲۱۶، فصل في الاستنجاء
(۷) ترمذي رقم الحديث: ۱۸، باب كراهية مايستنجى به

''گوبر اور ہڈی سے استنجاء نہ کیا کرو؛ کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنات کی غذا ہیں''

علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ حدیث مذکور کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''وإذا نهي عن الاستنجاء بزاد الجن فزاد الإنس أولى بالنهي (۱)''

''جب جنات کی غذا سے استنجاء کرنا ممنوع ہے تو انسان کی غذا سے استنجاء کرنا بدرجہ اولی ممنوع ہوگا''

یہی حکم جانوروں کی خوراک کا بھی ہے کہ اس سے استنجاء کرنا درست نہیں ہے (۲)؛ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ مینگنی اور گوبر سے استنجاء نہ کیا کرو، کیونکہ یہ جنات کے چوپایوں کی خوراک ہے۔ (۳)

(ب): وہ شی بذات خود قیمتی ہو یا کسی محترم چیز کے لئے بطور آلہ استعمال ہوتی ہو، مثلاً کاغذ کہ وہ آلۂ علم ہے، اور علم کا محترم ہونا ظاہر ہے؛ اس لئے استنجاء کے لئے کاغذ کا استعمال کرنا بھی درست نہ ہوگا، اسی طرح ریشم کا کپڑا یا دیگر قیمتی اشیاء کہ ان کا بھی بغرض استنجاء استعمال کرنا درست نہ ہوگا، علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''إن كان للمزال به حرمة أو قيمة كره كقرطاس وخرقة وقطنة الخ'' (۴)

''جس چیز کو استنجاء کی غرض سے استعمال کیا جارہا ہو اگر وہ محترم اور قیمتی شیٔ ہو مثلاً کاغذ، کپڑے کا قیمتی ٹکڑا اور روئی وغیرہ تو مکروہ ہے''

غنیۃ وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ اس سے فقر کا اندیشہ ہے (۵) البتہ اگر پھٹا پرانا ناقابل

---

(۱) غنية المتملي، ص:۳۹، مطلب استقبال القبلة عند الاستنجاء مكروه كراهة تحريم

(۲) مراقي الفلاح، ص:۵۰، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

(۳) ترمذي رقم الحديث:۳۲۸۰، باب ومن سورة الأحقاف

(۴) فتح القدير:۱/۲۱۲، فصل في الاستنجاء

(۵) غنية المتملي، ص:۳۹، مطلب استقبال القبلة عند الاستنجاء مكروه كراهة تحريم ومراقي الفلاح، ص:۵۰، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

استعمال ٹکڑا ہو، یا غیر کار آمد روئی ہو تو اس سے استنجاء کرنا درست ہے(۱) یہی حکم اس کاغذ کا بھی ہے جو خاص اسی مقصد کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اور اس قابل نہیں کہ ان پر لکھا جائے تو اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (۲)

(ج): وہ شئ ایسی ہو کہ اس سے کسی دوسرے کا حق متعلق ہو، اس سے بھی شئ قابل احترام ہو جاتی ہے، مثلاً کسی دوسرے کا پانی یا پتھر وغیرہ رکھا ہوا ہو، تو مالک کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔ (۳)

ممنوع اشیاء سے استنجاء

جن چیزوں سے استنجاء کرنا شرعاً ممنوع ہے، اگر ان چیزوں سے کوئی استنجاء کرلے تو اس سے پاکی حاصل ہوگی یا نہیں؟ فقہاء احناف کے یہاں چونکہ اصل مقصود محل کی صفائی ہے، لہذا اگر ان چیزوں کے استعمال سے نجاست زائل ہو جاتی ہے، اور محل صاف ہو جاتا ہے تو استنجاء معتبر مانا جائے گا، اگر چہ گنہگار ہوگا، چنانچہ علامہ حلبیؒ ممنوع اشیاء کی تفصیل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

> **”لو استنجی بهذه الأشياء يكره ولكن يجزيه لأن المعتبر الإنقاء وقد حصل“(۴)**
>
> ”ممنوع اشیاء سے استنجاء کرنا تو مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی ان چیزوں سے کرلے تو استنجاء ہو جائے گا، کیونکہ استنجاء کا مقصد تو محل کی صفائی ہے اور یہ ان اشیاء سے بھی حاصل ہو جاتی ہے“

علامہ عینیؒ رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے (۵) پتھر کے علاوہ دیگر ٹھوس اور جامد اشیاء کا استعمال استنجاء کے واسطے جن شرائط کے ساتھ جائز ہے، اسکی تعبیر نہایت مختصر الفاظ میں شرح نقایہ میں یوں ہے:

---

(۱) شامی: ۱/ ۳۴۰، فصل في الاستنجاء

(۲) جدید فقہی مسائل: ۱/ ۸۶، پاکی وناپاکی

(۳) غنية المتملي، ص: ۳۹، مطلب استقبال القبلة عند الاستنجاء مكروه كراهة تحريم

(۴) غنية المتملي، ص: ۳۹، مطلب استقبال القبلة عند الاستنجاء مكروه كراهة تحريم

(۵) بنایہ ۱/ ۷۵۹، الاستنجاء بالعظم والروث

”یجوز الاستنجاء بکل جامد طاهر منق قلاع للأثر غیر موذ لیس بذی حرمة ولا شرف ولا یتعلق به حق الغیر“(۱)

”استنجاء کرنا ہر ایسی ٹھوس اور پاک شئی سے جائز ہے، جس سے محل کی صفائی ہوجائے، نجاست کے اثر کو دور کردینے والی ہو، ضرر رساں نہ ہو، محترم اور قابل تعظیم نہ ہو، اور اس سے غیر کا حق بھی متعلق نہ ہو“

حدیث میں صرف پتھر کا ذکر کیوں؟

ان تصریحات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوچکی کہ پتھر اور اس کے قائم مقام دیگر ٹھوس چیزوں سے بھی بعض شرائط کے ساتھ استنجاء کرنا درست ہے، لیکن یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر عام طور پر احادیث میں صراحت کے ساتھ صرف پتھر ہی کا ذکر کیوں ہے؟ اور دوسری چیزوں سے خاموشی کیوں برتی گئی ہے؟ اس سوال کا جواب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان الفاظ میں دیا ہے :

”لعل ذکر الأحجار جری لغلبتها والقدرة علیها فی عامة الأماکن“(۲)

”حدیث میں صرف پتھر کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ اس دیار میں پتھر کی کثرت تھی، اور عام جگہوں پر بلاتکلف دستیاب ہوجاتا تھا“

کتنے پتھروں کا استعمال کیا جائے؟

استنجاء کے لئے جو پتھر استعمال کیا جاتا ہے، اس کی غرض محل کی صفائی ہوتی ہے؛ لہٰذا جتنے پتھر سے صفائی ہوجائے کافی ہے، اس میں کوئی متعین عدد کی شرط نہیں ہے، اور نہ ہی وتر یعنی طاق عدد کی رعایت ضروری ہے۔ البتہ طاق عدد کی رعایت کرنا افضل وبہتر ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”من استجمر فلیوتر من فعل فقد أحسن ومن لا فلا حرج“(۳)

---

(۱) فتح الملهم: ۱/ ۳۱۵، باب الاستطابة

(۲) حوالہ سابق

(۳) أبوداؤد رقم الحدیث: ۳۵، باب الاستتار في الخلاء

> ”جو پتھر کا استعمال بغرض استنجاء کرے اسے چاہئے کہ طاق عدد کی رعایت کرے، ایسا کرنے والا ایک بہتر کام کرنے والا ہوگا، اور جو نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے“

اسی حدیث کے پیش نظر علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر طاق عدد پتھر کے استعمال سے پہلے ہی محل کی صفائی ہو جائے تو بھی استنجاء کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ طاق عدد پتھر کا استعمال کرے (۱) اور چونکہ عموما تین پتھر کے استعمال کرنے سے محل صاف ہو جایا کرتا ہے؛ لہٰذا اس عمومی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے حدیث میں تین پتھر سے کم استعمال کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ (۲)

تین پتھر کی تعیین میں حکمت

اس تعلق سے حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> ”استنجاء کے لئے تین ڈھیلے اس لئے مقرر فرمائے کہ صفائی کے لئے ایک حد کا مقرر کرنا ضروری تھا، ورنہ وہمی آدمی سارا سارا دن استنجاء ہی کرنے میں گذار دیتا، باوجود اس قدر تاکید کے بعض وہمیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی استنجاء کے لئے ڈھیلوں کا ڈھیر لگا لیتے ہیں، اور پانی کے کئی کئی مٹکے خالی کر دیتے ہیں، اور تین سے کم ڈھیلوں میں بخوبی صفائی اور پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی، اور تین میں صفائی ہو جاتی ہے، اور تین سے زیادہ میں تضیع اوقات اور وہم کا بڑھانا ہے“ (۳)

عورت کے لئے پتھر کا استعمال

پاخانہ سے فراغت کے بعد عورتوں کے لئے پتھر سے استنجاء کرنے پر اکتفاء کرنا تو بالاتفاق جائز ہے؛ (۴) البتہ پیشاب سے فراغت کے بعد ان کے لئے صرف پتھر کا استنجاء کی

---

(۱) البحر الرائق: ۱/ ۲۳۵، الاستنجاء بحجر منق

(۲) فتح الملهم: ۱/ ۳۱۵، باب الاستطابة

(۳) المصالح العقلية، ص: ۶۲، تین ڈھیلوں سے امر استنجاء کی وجہ

(۴) موسوعة فقهية: ۴/ ۱۲۲، مايستجمر به

غرض سے استعمال کرنے کی صراحت مجھے کتب احناف میں نہ مل سکی، مگر استنجاء کے باب میں احناف کا جو ضابطہ ہے کہ اگر نجاست اپنے مخرج ہی تک محدود ہو تو استنجاء کرنا سنت ہے، اور اگر مخرج سے تجاوز کر جائے تو پانی سے استنجاء کرنا واجب ہو جائے گا، (۱) اس ضابطہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر پیشاب مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو، جیسا کہ عام طور پر ایسا کنواری لڑکیوں میں ہوا کرتا ہے تو اس کے لئے صرف پتھر کا استعمال کرنا درست ہے، اور اگر پیشاب مخرج سے تجاوز کر کے نچلے حصہ کو بھی ملوث کر دے تو صرف پتھر کا استعمال کرنا کافی نہ ہوگا، بلکہ پتھر کے ساتھ پانی کا استعمال کرنا بھی ضروری ہوگا۔ غرض شوہر دیدہ عورتوں کے لئے استنجاء میں پتھروں کے استعمال پر اکتفا کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ مالکیہ کے یہاں اس کی صراحت ملتی ہے۔ (۲)

پتھر سے محل استنجاء پاک ہو جاتا ہے؟

ایک بات یہ رہ جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص استنجاء کرنے میں صرف پتھر پر اکتفاء کرے، اور پانی کا استعمال نہ کرے تو کیا اس سے محل استنجاء پاک ہو جائے گا؟ علامہ ابن نجیمؒ نے اس سلسلے میں صاحب تبیین کے حوالے سے لکھا ہے :

> ''زیلعی کی عبارت سے بظاہر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پتھر سے استنجاء کرنے میں محل پاک نہیں ہوتا ہے'' (۳)

مطلب یہ ہے کہ محل تو ناپاک ہی رہتا ہے، البتہ مشقت کی وجہ سے معاف قرار دے دیا گیا ہے (۴) یہی وجہ ہے کہ اگر یہ شخص تھوڑے پانی (ماء قلیل) میں بیٹھ جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا (۵) لیکن احناف کا صحیح مذہب یہ ہے کہ صرف پتھر کے استعمال سے بھی محل استنجاء پاک ہو جاتا ہے، اور اس پر دارقطنی کی ایک روایت سے بھی استدلال کیا گیا ہے، جس میں یہ ذکر ہے:

---

(۱) طحطاوی علی المراقی، ص: ۴۳، فصل في الاستنجاء

(۲) موسوعة فقهية: ۱۲۲/۴، مایستجمر به

(۳) البحر الرائق: ۲۵۴/۱، الاستنجاء بحجر منق

(۴) موسوعة: ۱۲۰/۴، الاستجمار هل هو مطهر للمحل

(۵) فتح القدير: ۲۰۲/۱، باب الاستنجاء وتطهيرها

"نهى رسول الله ﷺ أن يستنجى بروث أو عظم وقال إنهما لا تطهران"(۱)

"نبی کریم ﷺ نے گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے کو منع فرمایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں میں محل استنجاء کے پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی"

یہ جملہ "**إنهما لا تطهران**" اس پر دلیل ہے کہ اس کے علاوہ جن پاک اور مباح چیزوں کا استعمال بغرض استنجاء کیا جائے گا تو اس سے محل پاک ہو جائے گا، ورنہ اس علت کے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، اس کے علاوہ اس مسئلہ کو اس نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے کہ جوتا جب ناپاک ہو جائے اور اسے مٹی سے پونچھ دیا جائے تو اسے پاک قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح نجس زمین اگر خشک ہو جائے تو اس پر پاکی کا حکم لگا دیا جاتا ہے، کپڑے میں لگی ہوئی منی کو اگر کھرچ دیا جائے، حالانکہ کھرچ دیے جانے کے باوجود منی کے کچھ نہ کچھ اجزاء کپڑے پر باقی رہ جاتے ہیں، لیکن شریعت اسے پاک قرار دیتی ہے، اور اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، اسی طرح متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر پسینہ سے محل استنجاء (جسے صرف پتھر سے صاف کیا گیا ہو) تر ہو جائے، اور وہ پسینہ کپڑوں سے لگ جائے تو بھی کپڑا ناپاک نہ ہوگا، خواہ پسینہ کی مقدار درہم کے بقدر یا اس سے زائد ہی کیوں نہ ہو، اور جہاں تک بات ہے "ماء قلیل" کا اس محل سے متصل ہو جانے کی وجہ سے ناپاک ہو جانا تو یہ متفق علیہ قول نہیں ہے۔ جو حضرات صرف پتھر کے استعمال کے بعد محل استنجاء کو پاک قرار دیتے ہیں ان کے یہاں ماء قلیل ناپاک نہ ہوگا، علامہ ابن ہمامؒ نے اسی کو احناف کا مختار مذہب قرار دیا ہے۔(۲)

استنجاء کا افضل طریقہ

استنجاء خواہ پیشاب سے فراغت کے بعد کرنا ہو یا پاخانہ کر چکنے کے بعد، اس کا افضل

---

(۱) **سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۱۵۲، باب الاستنجاء**

(۲) **فتح القدیر: ۱/ ۲۰۲، باب الأنجاس وتطهیرها**

طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے پتھر اور پانی دونوں استعمال کرے، پتھر کے استعمال سے تو عین نجاست دور ہوگی، اور پانی کے استعمال سے نجاست کے اثرات بھی پورے طور پر زائل ہوجائیں گے؛(۱) اس لئے علامہ قسطلانی نے یہ تصریح کی ہے :

> **”والذی اتفق علیه جمهور السلف والخلف أن الجمع بین الماء والحجر أفضل“(۲)**
>
> ”سلف وخلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پانی اور پتھر دونوں سے استنجاء کرنا افضل ہے“

اور علامہ عینی رحمہ اللہ شرح ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> **”الغسل بالماء بعد استعمال الحجر أو المدر أدب“(۳)**
>
> ”پتھر یا ڈھیلا کے استعمال کے بعد محل استنجاء کو پانی سے دھونا ادب میں داخل ہے“

اور اگر پانی و پتھر دونوں دستیاب ہوں، اور کوئی ان میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا چاہے تو پانی پر اکتفاء کرے، کیونکہ پتھر سے صرف عین نجاست کا ازالہ ہوتا ہے، جبکہ پانی سے عین اور اس کے اثرات دونوں زائل ہوجاتے ہیں، اس لئے اس کا استعمال کرنا بہتر ہوگا، اور اگر پانی کو نہ استعمال کر کے صرف پتھر کا استعمال کرلے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن خلاف افضل ہے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> **”الجمع أفضل ثم الماء ثم غیره“(۴)**
>
> پانی و پتھر دونوں سے استنجاء کرنا افضل ہے، پھر صرف پانی کا استعمال کرنا ، اس کے بعد پھر کسی اور چیز سے استنجاء کرنے کا درجہ ہے۔

---

(۱) **فتح الملهم:۱/۴۲۱، باب النهي عن الاستنجاء بالیمین**

(۲) حوالہ سابق

(۳) **بنایه:۱/۷۵۶، مایکون به الاستنجاء**

(۴) **فتح القدیر:۱/۲۱۵، فصل فی الاستنجاء**

حضور ﷺ کا عمل

آپ ﷺ سے مذکورہ تینوں طریقے ثابت ہیں، آپ ﷺ کبھی صرف پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے، کبھی صرف پتھر سے، اور کبھی پانی اور پتھر دونوں استنجاء کے لئے استعمال کیا کرتے، علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"وكان يستنجي بالماء ويستجمر بالأحجار تارة ويجمع بينهماتارة"(۱)

"استنجاء کے لئے کبھی آپ ﷺ صرف پانی کا استعمال کرتے تھے، اور کبھی صرف پتھر کا، اور کبھی پانی اور پتھر دونوں کا استعمال فرماتے تھے"

آج کل پتھر کے ساتھ پانی کا استعمال سنت ہے

پتھر سے استنجاء کر لینے کے بعد پانی کے استعمال کو جو افضل اور ادب قرار دیا گیا ہے وہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ کے اعتبار سے ہے کہ وہ حضرات سادہ کھانا کھاتے تھے، کھجور، روٹی اور کبھی کبھی فاقے اور کبھی پتوں کو چبا کر گذارا کر لیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے مینگنی کی طرح ان کا پاخانہ ہوا کرتا تھا، اور نجاست ادھر ادھر نہیں لگتی تھی۔ اسی لئے ان کے حق میں پتھر کے استعمال کے بعد پانی سے استنجاء کرنا ادب قرار دیا گیا ہے، مگر آج کل جبکہ غذا میں تنوع ہو گیا، مرغن چیزوں کی کثرت ہو گئی ہے تو مینگنی کی طرح پاخانہ ہونے کے بجائے پتلا ہونے لگا؛ لہٰذا آج کل پتھر کے استعمال کے بعد پانی کا استعمال کرنا ادب نہیں بلکہ سنت ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال مشائخنا إنما كان ذلك أدبا في الزمان الأول وأما في زماننا سنة"(۲)

"ہمارے مشائخ کا کہنا ہے کہ پتھر کے ساتھ پانی کا استعمال کرنا صحابہ ؓ کے زمانہ میں ادب میں داخل تھا، ہمارے زمانہ میں تو پتھر کے ساتھ پانی کا استعمال کرنا سنت ہے"

---

(۱) زاد المعاد: ۱/ ۱۶۴، فصل في هديه ﷺ عند قضاء الحاجة
(۲) البناية: ۱/ ۷۴۸، حكم الاستنجاء

حسن بصری رحمہ اللہ نے جب اپنے زمانہ میں استنجاء کے لئے پانی کے استعمال پر زور دیا تو بعض حضرات نے حضور ﷺ وصحابہ ؓ کے عمل کو پیش کر کے اعتراض کیا، تو حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

> "إنهم يبعثرون بعرا و أنتم تثلطون" (۱)
>
> "وہ حضرات مینگنی کی طرح پاخانہ کرتے تھے، اور تم لوگ پتلا پاخانہ کرتے ہو"

پانی اور پتھر میں ترتیب

جب استنجاء کے لئے پانی اور پتھر دونوں کو استعمال کرنا ہو تو پہلے پتھر سے استنجاء کرے، اس کے بعد پانی استعمال کرے، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

> "الغسل بالماء بعد استعمال الحجر أو المدر أدب" (۲)
>
> "پتھر یا ڈلا استعمال کرنے کے بعد پانی سے دھونا ادب میں داخل ہے"

پتھر اور دیگر ٹھوس چیزوں میں ترتیب

استنجاء کے لئے پتھر، ڈھیلا، اور دیگر جامد چیزیں موجود ہوں تو مٹی کے ڈلے کو دیگر چیزوں پر ترجیح حاصل ہے، اس کے بعد پتھر کو، یہ بھی نہ ہو تب کسی دوسری جامد چیز کا استعمال کرے، چنانچہ صاحب کفایہ لکھتے ہیں:

> "ويستنجي بثلاثة أمدار فإن لم يجد فبالأحجار فإن لم يجد فبثلاثة أكف من تراب" (۳)
>
> "تین ڈھیلوں سے استنجاء کرے، اگر ڈھیلا نہ ملے تو پتھروں کو استعمال کرے، اگر وہ بھی نہ مل سکے تو تین لپ ریت لے کر استنجاء کر لے"

حضرت انس بن مالک ؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

> "الاستنجاء بثلثة أحجار و بالتراب إذا لم يجد حجرا" (۴)

---

(۱) حوالہ سابق (۲) بناية: ۱/۷۵۶، مايكون به الاستنجاء

(۳) شامی: ۱/۳۴۱، فصل الاستنجاء

(۴) سنن كبرى للبيهقي رقم الحديث: ۵۸۱، باب ماورد في النهي عن الاستنجاء بشيء الخ

''استنجاء تین پتھروں سے کیا جائے، پتھر نہ ملے تو مٹی سے کیا جائے''

اس حدیث سے بھی پتھر اور مٹی میں ترتیب ثابت ہو رہی ہے۔

پانی سے کتنی بار استنجاء کرے ؟

پتھر کے استعمال کرنے میں جس طرح طاق عدد کی رعایت کرنا احناف کے یہاں مستحب ہے، کیا اسی طرح پانی سے استنجاء کرتے وقت کوئی خاص تعداد متعین ہے؟ اس سلسلے میں فقہاء کی صراحت یہ ہے کہ اس کیلئے کوئی تحدید نہیں ہے، اتنا پانی استعمال کیا جاسکتا ہے، جس سے محل کے پاک وصاف ہونے کا غالب گمان ہوجائے، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ:

> **''ویستعمل الماء إلی أن یقع في غالب ظنه أنه قد طهر و لا یقدر بالمرات''(۱)**
>
> استنجاء کے لئے اتنا پانی استعمال کیا جاسکتا ہے کہ اس سے پاکی کا گمان غالب ہوجائے، کوئی خاص تعداد متعین نہیں ہے۔

لیکن اگر کوئی شکی مزاج ہو، اور بار بار پانی استعمال کرنے کے باوجود اسے یہ اطمینان ہی نہ ہوتا ہو کہ ہم پاک ہوگئے ہیں تو اس کے حق میں تین بار دھونا متعین ہوگا (۲) صاحب عنایہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ وہ شخص مقام نجاست کو دیکھ نہیں رہا ہے، اس لئے اس کے حق میں ضرورۃً وہ نجاست غیر مرئیہ کے درجے میں ہوگی، اور نجاست غیر مرئیہ کو تین بار دھویا جاتا ہے، اس لئے یہ شخص بھی تین مرتبہ دھوئے گا، (۳) نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا یہ عمل نقل کرتی ہیں: ''**کان یغسل مقعدته ثلاثا**'' (۴) ''آپ ﷺ مقام براز کو تین بار دھویا کرتے تھے''۔

استنجاء کی اقسام

بعض فقہاء نے استنجاء کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں:

---

(۱) **هدایه: ۱/۳۹، فصل في الاستنجاء**

(۲) **در مع الشامي: ۱/۳۳۸، فصل في الاستنجاء**

(۳) **عنایه مع فتح القدیر: ۱/۲۱۵، فصل في الاستنجاء**

(۴) **سنن ابن ماجة رقم الحدیث: ۳۵۶، باب الاستنجاء**

۱۔ **فرض:** جبکہ جنابت یا حیض ونفاس کا غسل ہو، ایسی حالت میں پہلے ان نجاستوں کا دھونا فرض ہے، تاکہ بدن کے دیگر اعضاء پر یہ نجاستیں نہ پھیل سکیں۔

۲۔ **واجب:** جبکہ پیشاب پاخانہ، نکلنے کی جگہ سے تجاوز کر کے ادھر ادھر لگ گئے ہوں۔

۳۔ **سنت:** جب کہ پیشاب پاخانہ، نکلنے کے راستہ سے اِدھر اُدھر پھیلی نہ ہو، بلکہ اپنے مقام تک محدود ہوں۔

۴۔ **مستحب:** جبکہ صرف پیشاب کیا ہو، پاخانہ نہ کیا ہو، تو پیشاب سے فراغت کے بعد استنجاء کرنا مستحب ہے۔

۵۔ **بدعت:** ریح خارج ہونے کے بعد استنجاء کرنا بدعت ہے۔(۱)

عام حالت میں استنجاء کا حکم

سبیلین سے نکلنے والی نجاست چونکہ عام حالات میں ادھر ادھر پھیلتی نہیں ہے، بلکہ وہ مخرج ہی پر لگی رہتی ہے، اس لئے اس صورت میں استنجاء کرنا سنت موکدہ ہے(۲) لیکن فتاوی ہندیہ میں مختار کی شرح الاختیار سے نقل کیا گیا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد استنجاء کرنا مستحب ہے(۳) مگر حاشیہ طحطاوی علی المراقی میں اس قول کو ’’قیل‘‘ سے نقل کیا ہے، جو اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہے(۴) گویا مفتی بہ قول یہی ہے کہ پیشاب کے بعد استنجاء کرنا ہو یا پاخانہ کے بعد، دونوں سنت موکدہ ہیں(۵) آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہی تعلیم دی تھی۔(۶)

استنجاء اور وضو

وضو کرنے سے پہلے استنجاء کر لینا یعنی مخرج پر پہلے سے لگی ہوئی نجاست کا دور کر لینا سنت ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

’’وأما سنن الوضوء فكثيرة بعضها قبل الوضوء ... أما

---

(۱) هنديه: ۱/۵۰، الاستنجاء على خمسة أوجه، وبنايه: ۱/۷۴۸، حكم الاستنجاء

(۲) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ص: ۴۳، فصل في الاستنجاء

(۳) هنديه: ۱/۵۰، الاستنجاء على خمسة أوجه

(۴) حاشية الطحطاوی، ص: ۴۳، فصل في الاستنجاء

(۵) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ص: ۴۳، فصل في الاستنجاء

(۶) المعجم الأوسط رقم الحديث: ۴۵۸۴، باب من اسمه عبدان

الذی هو قبل الوضوء فمنها الاستنجاء بالأحجار أو ما يقوم مقامهما"(۱)

''وضو کی سنتیں بہت ہیں، بعض سنتیں تو وضو سے پہلے ہیں، ان میں سے ایک استنجاء کرنا ہے خواہ پتھر سے ہو یا اس کے قائم مقام کسی اور چیز سے''

بلکہ صاحب عنایہ نے تو استنجاء کو وضو کی اہم سنت قرار دیا ہے (۲) لہٰذا اگر کوئی شخص استنجاء کرنے سے پہلے ہی وضوء کر لے تو اس کا یہ عمل سنت کے خلاف ہوگا، وضوء سے پہلے استنجاء کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ استنجاء کا مطلب ہے مقام مخصوص پر لگی ہوئی نجاست کا دور کرنا؛ لہٰذا اس کا حکم جسم کے دیگر اعضاء پر لگی ہوئی نجاست کا ہوگا، وضو کے درست ہونے کے لئے جس طرح اس نجاست کا دور کرنا شرط نہیں ہے، اسی طرح استنجاء کرنا بھی وضو کے درست ہونے کے لئے شرط نہیں ہے۔ (۳)

مصنوعی راستہ سے پیشاب و پاخانہ ہو تو؟

بول و براز کا ایک فطری مقام ہے، جس سے لوگ قضاء حاجت کرتے ہیں، مگر بعض مرتبہ سرجری کے ذریعہ کسی اور مقام کو نجاست نکلنے کا راستہ بنا دیا جاتا ہے، اور اسی سے وہ پیشاب و پاخانہ کرتا ہے، تو اس نئے راستے کا حکم بھی فطری مقام جیسا ہی ہوگا، یا حکم میں کچھ فرق ہوگا؟ اس سلسلے میں مالکیہ کا مسلک تو بالکل واضح ہے کہ یہ مقام اس شخص کے حق میں فطری مقام ہی کی طرح ہوگا، لہٰذا فطری مقام سے نکلنے والی نجاست کے جو احکام ہیں وہی سارے احکام اس مصنوعی مقام کے لئے بھی ہونگے حنابلہ کے اس سلسلے میں دو قول ہیں، لیکن احناف و شوافع کا کوئی قول اس سلسلے میں نہ مل سکا (۴) مگر احناف نے استنجاء کے متعلق جو تفصیلات بیان کی ہیں ان کی روشنی میں اس مصنوعی مقام کا حکم بھی فطری مقام جیسا ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

---

(۱) بدائع: ۱/۱۸، فصل سنن الوضوء

(۲) عنایہ شرح الهداية: ۱/۲۱۲، فصل في الاستنجاء

(۳) موسوعة فقهية: ۴/۱۱۷، ماخرج من مخرج بديل عن السبيلين

(۴) موسوعة فقهية: ۵/۱۱۵، علاقة الاستنجاء بالوضوء

قضائے حاجت کے لئے ممنوع مقامات

وہ مقامات جن سے عام لوگوں کی ضرورت متعلق ہو، انھیں بول وبراز سے گندہ کردینا اور ناپاک وبدبودار بنادینا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کو گھن محسوس ہوتی ہے، اور تکلیف واذیت لاحق ہوتی ہے، یہ عمل جہاں اخلاق ومروت کے خلاف ہے وہیں انسانی جذبات کے بھی منافی ہے، اس لئے شریعت نے اسے ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیا ہے، ذیل میں نمبروار ممنوع مقامات کو ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ راستہ

اگر بیچ راستہ یا اس کے کنارہ کو بول وبراز سے گندہ اور بدبودار کردیا جائے تو ہر گذرنے والا گھن محسوس کرے گا، اس کو کبیدگی اور اذیت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے نہایت سختی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> **''من سل سخيمته على طريق عامر من طريق المسلمين فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين''(۱)**
>
> ''جو مسلمانوں کی گذرگاہ پر قضاء حاجت کرے، اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت برستی ہے''

۲۔ جن جگہوں سے عام حضرات کی ضرورت متعلق ہو

یہی حکم ان تمام جگہوں کا ہے جن سے عام لوگوں کی ضروریات متعلق ہوں، مثلاً نہر، کنواں، حوض، عیدگاہ وغیرہ کہ ان سب جگہوں سے قریب قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے(۲) اسی

---

(۱) السنن الكبرى للبيهقي رقم الحديث: ۴۷۰، باب النهي عن التخلي في طريق الخ

(۲) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۵۳، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

طرح مسجد کے دروازہ پر اور اس کے قبلہ والی دیوار کی طرف بھی مکروہ ہے(۱) قبرستان بھی ان ہی جگہوں میں سے ہے جس سے عام مسلمانوں کی ضرورت متعلق ہے، لہذا وہاں یا اس کے قرب وجوار میں بول وبراز کرنا مکروہ ہوگا، خصوصاً کسی قبر پر بول وبراز کرنا اور زیادہ ناشائستہ اور مذموم حرکت ہے حضرت ابو ہریرہ ؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

> **"من جلس على قبر يبول عليه أو يتغوط فكأنما جلس على جمرة نار"(۲)**
>
> "جو کسی قبر پر بیٹھ کر بول وبراز کرے تو گویا وہ انگارے پر بیٹھ کر یہ عمل کررہا ہے"

۳۔ سایہ دار جگہ

گرمی کے موسم میں لوگ دھوپ سے پریشان ہوکر کسی سایہ دار درخت کے نیچے آرام کرتے ہوں، یا راستہ گذرتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے اس جگہ ٹھہر جایا کرتے ہوں ایسی جگہ پر بھی پیشاب وپاخانہ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ لوگوں کو اس سے بھی تکلیف ہوگی، اور یہ تکلیف راستہ پر کئے جانے والے بول وبراز سے زیادہ ہوگی، کیونکہ راستہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہوتا، اس پر سے تو صرف گذرنا ہوتا ہے، اور سایہ دار درخت کے نیچے تو لوگ آرام کرتے ہیں اور وہاں ٹھہر کر ٹھنڈی سانس لیتے ہیں، اگر اس جگہ پر بول وبراز کیا گیا تو لوگوں کو کافی اذیت ہوگی ؛ اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> **"إتقوا اللعانين قالوا : وما اللعانان يا رسول الله ؟ قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أوفى ظلهم"(۳)**
>
> "ایسی دو چیزوں سے بچو جو سبب لعنت ہیں، صحابہ ؓ نے عرض کیا حضور ﷺ! وہ دونوں سبب لعنت کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! لوگوں کے راستہ یا ان کی سایہ دار جگہوں پر قضاء حاجت کرنا"

---

(۱) بنایہ ۱/۷۴۵، حکم الاستنجاء

(۲) شرح معانی الآثار رقم الحديث: ۲۹۵۱، باب الجلوس على القبور

(۳) مسلم رقم الحديث: ۲۶۹، باب النهي عن التخلي في الطرق والظلال

راستہ اور سایہ دار جگہ پر بول وبراز کرنے سے منع کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی، راستہ گندہ ہوگا، بدبو پیدا ہوگی، اور لوگوں کو اس سے گھن بھی محسوس ہوگی (۱) علامہ خطابی کا کہنا ہے کہ حدیث بالا میں جو سایہ دار درخت کے نیچے بول وبراز کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس سے عام سایہ دار جگہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد وہ سایہ دار جگہ ہے جہاں لوگ عام طور پر ٹھہرتے ہوں، آرام کرتے ہوں اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوں، اور جس سایہ دار جگہ سے لوگ فائدہ نہ اٹھاتے ہوں، وہاں قیام نہ کرتے ہوں اور گرمی اور دھوپ سے بچنے کے لئے اس جگہ ٹھہرتے نہ ہوں تو ایسی جگہ پر بول وبراز کرنا مکروہ نہ ہوگا، کیونکہ خود آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے قضاء حاجت کیا کرتے تھے، اور ظاہر ہے کہ اس کا سایہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا، اس لئے ہر سایہ دار جگہ پر قضاء حاجت کرنا ممنوع ومکروہ نہ ہوگا۔ (۲)

۴۔ دھوپ والی جگہ

سرما کے موسم میں عام طور پر لوگوں کو دھوپ اچھی لگتی ہے، اور دھوپ کی گرمی حاصل کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے، لوگ سایہ دار جگہوں کو چھوڑ کر دھوپ والی جگہ پر آ کر بیٹھتے ہیں، لہذا ایسی جگہ پر بھی قضاء حاجت کرنا مکروہ ہوگا، کیونکہ سایہ دار جگہ پر بول وبراز کے ممنوع ہونے کے جو اسباب تھے، وہ سب یہاں پر بھی پائے جاتے ہیں، اسی لئے علامہ ابہریؒ فرماتے ہیں:

"موضع الشمس في الشتاء كالظل في الصيف" (۳)

"سرما میں دھوپ والی جگہ کا حکم گرما کی سایہ دار جگہ کی طرح ہے"

یعنی جس طرح موسم گرما میں سایہ دار جگہ پر بول وبراز کرنا مکروہ ہے اسی طرح موسم سرما میں دھوپ والی جگہ پر بھی بول وبراز کرنا مکروہ ہے۔

۵۔ پانی

پانی میں بھی بول وبراز کرنا مکروہ ہے، آپ ﷺ نے صراحتہ اس سے منع فرمایا ہے (۴):

---

(۱) نیل الاوطار: ۱/ ۱۱۲، باب ارتیاد المکان الرخو ومایکره التخلی فیه

(۲) الزواجر: ۱/ ۲۰۶، الکبیرة السبعون: التغوط في الطرق

(۳) حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۳، فصل فیمایجوز به الاستنجاء

(۴) ترمذی رقم الحدیث: ۶۸، باب کراهیة البول في الماء

کیونکہ اس سے بلاضرورت ایک پاک چیز کو ناپاک کرنا لازم آتا ہے، (۱) خاص طور سے رات میں پانی کے اندر قضاء حاجت کرنے سے ضرور بچنا چاہئے؛ کیونکہ مذکورہ خرابی کے ساتھ اس میں اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اسے جنات کی جانب سے کوئی گزند پہونچ جائے، اس لئے کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ راتوں میں جنات پانی میں رہا کرتے ہیں، اور اسی میں رات گذارتے ہیں (۲)
حکیم محمد طارق محمود چغتائی طبی نقصانات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> ''کنواں، تالاب، جوہڑ، جھیل جیسے کھڑے پانی میں اگر قضاء حاجت کی جائے گی تو پانی میں جراثیموں کے پڑنے سے تمام پانی آلودہ اور خطرناک امراض سے پر ہوجائے گا، اب اگر کوئی ذی روح اس پانی کو پئے گا تو اس کے اندر مندرجہ ذیل امراض داخل ہوسکتے ہیں: تپ محرقہ، ٹائی فائڈ، جراثیمی یرقان، آنتوں کے کیڑے، پیراسائٹ، یا طفیلی کیڑے'' (۳)

۶۔ سوراخ

زمین یا دیوار میں جو شگاف (سوراخ) ہو اس میں بھی قضاء حاجت سے منع کیا گیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: **"لا یبولن أحدکم فی جحر"** (۴) ''کوئی سوراخ میں پیشاب نہ کرے''؛ کیونکہ عموماً سوراخوں میں کیڑے مکوڑے اور سانپ وغیرہ موجود رہتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ وہ جانور نکل کر ڈس لے، یا کوئی اور گزند پہونچادے (۵) اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں جنات بھی رہتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سرجس ؓ فرماتے ہیں:

''نھی رسول اللہ ﷺ أن یبال فی الجحر قالوا لقتادۃ: ما یکرہ

---

(۱) **حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۳، فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء**

(۲) حوالہ سابق

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/۱۹۷، ممنوعات قضائے حاجت

(۴) **نسائی رقم الحدیث: ۳۴، کراھیۃ البول في الجحر**

(۵) **مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۵۳، فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء**

> **من البول فی الجحر قال: یقال إنها مساکن الجن"(۱)**
>
> "نبی کریم ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، حضرت قتادہ سے جب ان کے شاگردوں نے اس ممانعت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ وہ جنات کے گھر ہیں"

ایسی صورت میں اگر سوراخ میں قضاء حاجت کی جائے گی تو جنات کو تکلیف ہوگی، اور ان میں چونکہ شرارت کا مادہ غالب ہے اس لئے ان کی طرف سے غیر معمولی ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے، قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ ملک شام تشریف لے گئے تھے، وہاں مقام حوران پر انہوں نے ایک سوراخ میں پیشاب کر دیا تھا، وہ جناتوں کا گھر تھا، بس جناتوں نے طیش میں آ کر انھیں شہید ہی کر ڈالا۔ (۲)

حکیم محمد طارق محمود چغتائی سائنسی نقطہ نظر سے سوراخ میں پیشاب کرنے کی ممانعت کی وجہ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "بعض زمینیں کلر زدہ شورزدہ ہوتی ہیں، اوران کے بلوں اور سوراخوں میں تیزاب اور شورہ کے مادے جمع ہوتے ہیں، اگر ان میں پیشاب کیا گیا تو پیشاب چونکہ خود ایک تیزاب ہے، اب ان دونوں تیزابوں کے ملنے سے زہریلے بخارات اٹھ کر جسم انسانی کو نقصان پہونچا سکتے ہیں "(۳)

۷۔ غسل خانہ

غسل خانہ میں بھی قضاء حاجت کرنا ممنوع ہے، نبی کریم ﷺ نے خود اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے:

> **"لا یبولن أحدکم فی مستحمه ثم یغتسل فیه قال أحمد ثم یتوضأ فیه فإن عامة الوسواس منه"(۴)**

---

(۱) أبو داؤد رقم الحدیث: ۲۹، باب النهي عن البول في الجحر

(۲) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۳، فصل فیما یجوز به الاستجاء

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۱۹۸، ممنوعات قضائے حاجت

(۴) ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷، باب في البول في المستحم

"کوئی غسل خانہ میں پیشاب کر کے وضوء و غسل نہ کیا کرے کیونکہ اس سے عام طور پر وسوسہ پیدا ہوتا ہے"

ابن ملک رحمہ اللہ حدیث مذکور کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی وجہ سے وہ جگہ چونکہ ناپاک ہوجاتی ہے، اب اگر اس پر وضوء یا غسل کا پانی گرے گا اور چھینٹیں اڑیں گی تو یہ وسوسہ پیدا ہوگا کہ شاید جسم پر وہی ناپاک چھینٹیں پڑی ہیں (۱) اگر وہاں پیشاب نہ کیا جائے تو یہ وسوسہ لاحق نہ ہوگا، البتہ اگر غسل خانہ پختہ فرش کا ہو، اور اس میں پانی ٹھہرتا نہ ہو، بلکہ فوراً نکل جاتا ہو تو ایسے غسل خانہ میں اگر کوئی شخص پیشاب کردے اور اس پر پانی بہادے، پھر وضو یا غسل کرے تو چونکہ ناپاک چھینٹیں پڑنے کا خطرہ نہیں رہے گا اس لئے مکروہ نہیں (۲) حکیم محمد طارق محمود چغتائی سائنس میگزین کے ایک قاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے شہوت نفسانیہ کی زیادتی ہوتی ہے، اور اس سے معاشرتی مہلکات پیدا ہوتے ہیں، نیز غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے انسان نفسیاتی امراض کا شکار ہوتا ہے، اور اس سے گردے میں پتھری پیدا ہوتی ہے" (۳)

۸۔ وضوخانہ

ابوداؤد شریف کی جو روایت ابھی ذکر کی گئی تھی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرنے کی جگہ پر بھی قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ وضو کا پانی جب اس پر گریگا تو اسکی چھینٹوں سے بدن اور کپڑوں کے ملوث ہوجانے کا اندیشہ ہے، اور اگر اس سے کچھ احتیاط بھی برتی گئی تو شیطانی وساوس سے بچنا بہر حال مشکل ہوگا، چنانچہ علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں:

"ویکرہ فی محل التوضؤ لأنہ یورث الوسوسہ" (۴)

"وضو کرنیکی جگہ قضاء حاجت مکروہ ہے، کیونکہ اس سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے"

---

(۱) **حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح**، ص: ۵۳، **فصل فیمایجوز بہ الاستنجاء**

(۲) حوالہ سابق

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس ا؍ ۱۹۳، حاجت ضروریہ اور جدید سائنس

(۴) **حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح**، ص: ۵۳، **فصل فیمایجوز بہ الاستنجاء**

۹۔ پھل دار درخت

پھل دار درخت کے نیچے بھی قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ جو پھل درخت سے ٹوٹ کر نیچے گرے گا وہ پیشاب و پاخانہ سے آلودہ ہوجانے کی وجہ سے نا قابل استعمال ہوجائے گا، جس سے ایک نعمت کا ضیاع ہوگا، نیز جو حضرات پھل چننے کے لئے جائیں گے انھیں بھی تکلیف ہوگی، طبرانی میں حضرت ابن عمر ؓ سے منقول ہے:

"نهى رسول الله ﷺ أن يتخلى الرجل تحت شجرة مثمرة"(۱)

''نبی کریم ﷺ نے کسی پھل دار درخت کے نیچے قضاء حاجت کرنے سے منع فرمایا ہے''

۱۰۔ آگ وراکھ

آگ پر بھی پیشاب کرنے سے بچنا چاہئے؛ کیونکہ اس سے طبی لحاظ سے بیماری لاحق ہوجانے کا اندیشہ ہے، چنانچہ علامہ بہوتیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ويكره بوله في نار لأنه يورث السقم"(۲)

''آگ پر پیشاب کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے بیماری کا اندیشہ ہے''

صاحب شرح کبیر نے بھی یہی لکھا ہے(۳) اسی طرح راکھ پر بھی پیشاب کرنا مکروہ ہے۔(۴)

۱۱۔ سخت جگہ

سخت جگہ پر بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے؛ کیوں کہ پیشاب اس جگہ سے ٹکرا کر بدن اور کپڑے کو آلودہ کردے گا۔ اسی لئے آپ ﷺ عام طور پر نرم زمین کا انتخاب پیشاب کرنے کے لئے کیا کرتے تھے(۵) اور اگر کبھی سخت جگہ پر پیشاب کرنے کی نوبت آجاتی تو اسے نرم کرلیتے تھے، تاکہ چھینٹیں پڑنے سے حفاظت رہے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۱) المعجم الأوسط رقم الحديث: ۲۳۹۲، باب من اسمه إبراهيم
(۲) كشاف القناع: ۱/ ۶۲، باب الاستطابة وآداب التخلي
(۳) الشرح الكبير: ۱/ ۸۷، باب الآنية
(۴) كشاف القناع: ۱/ ۶۲، باب الاستطابة وآداب التخلي
(۵) ابوداؤد رقم الحديث: ۳، باب الرجل يتبوأ لبوله

> **”وکان إذا أراد أن یبول فی عزاز من الأرض ۔ وهو الموضع الصلب ۔ أخذ عودا من الأرض فنکت به حتی یثری ثم یبول“(۱)**
>
> ”جب آپ ﷺ کو سخت زمین پر پیشاب کرنے کی نوبت آجاتی تو آپ ﷺ لکڑی سے کرید کر اسے نرم کر لیتے تھے، پھر پیشاب کرتے تھے“

فتاوی ہندیہ میں بھی یہ تصریح ہے کہ اگر پیشاب سخت جگہ پر کرنے کی نوبت آجائے تو اسے نرم کر لینا چاہئے۔

> **”فإذا أراد أن یبول وکانت الأرض صلبة دقها بحجر أو حفر حفیرة حتی لایترشش علیه البول“(۲)**
>
> ”اگر کوئی سخت زمین پر پیشاب کرنا چاہے تو پتھر وغیرہ سے پہلے اسے نرم کر لے، یا گڑھا کھود لے، تاکہ پیشاب کی چھینٹیں نہ پڑ سکیں“

حاصل یہ ہے کہ نرم اور بھربھری زمین کا انتخاب قضاء حاجت کے واسطے کرنا چاہئے، کیونکہ پیشاب پاخانہ جراثیمی فضلہ ہیں، اگر مٹی نرم اور بھربھری ہوگی تو بول و براز کے جراثیمی اور تیزابی اثرات جذب کر لے گی، اور اس کے اثرات براہ راست انسانی جسم پر نہ ہو سکیں گے، نیز اس کی چھینٹیں اڑ کر بدن اور کپڑوں کو آلودہ نہیں کریں گی، لیول پاول نے اصول صحت میں لکھا ہے:

> ”جب سے مٹی پر لوگوں نے قضاء حاجت کرنا چھوڑ کر فلش وغیرہ کا استعمال شروع کر دیا اس وقت سے اب تک مردوں میں جنسی کمزوری اور پتھری کا رجحان بڑھ گیا ہے، اور اس کے اثرات پیشاب کے غدود پر پڑتے ہیں “(۳)

---

(۱) **زاد المعاد: ۱/ ۱۶۴، فصل في هديه ﷺ عند قضاء الحاجة**

(۲) **هنديه: ۱/ ۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء**

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۱۸۹، حاجت ضروریہ اور جدید سائنس

قضائے حاجت کے لئے جانے کے آداب

بول وبراز ضرورت بشریہ میں سے ہے، اگر ضرورت کا احساس ہو تو حتی الامکان جلد اس سے فراغت حاصل کرلینی چاہئے، اس میں خواہ مخواہ تاخیر کرنا طبی لحاظ سے نقصاندہ ہے؛ کیونکہ اس سے مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں، ایک حکیم سے لوگوں نے یہ بیان کیا کہ آپ کا بیٹا ایک سواری پر تھا، اسے پیشاب کرنے کا تقاضا ہوا تو وہ سواری سے اتر کر فراغت حاصل کی، اور گھر پہونچنے کا انتظار نہیں کیا، جو وقار ومروت کے خلاف معلوم ہوتا ہے، حکیم نے جواب دیا کہ اس نے بہت برا کیا، اس نے اپنی ضرورت پوری کرنے میں بہت دیر کردی، اسے تو سواری پر سے ہی فراغت حاصل کرلینی چاہئے تھی، تم لوگ وقار ومروت دیکھتے ہو، اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس کی وجہ سے کیا کیا نقصانات لاحق ہوتے ہیں، اس سے مثانہ پر بار پڑتا ہے اور وہ کمزور ہوجاتا ہے(۱) علامہ حکیم محمد تونسیؒ اپنی کتاب کنوز الصحۃ میں لکھتے ہیں :

> ’’پیشاب کو دیر تک مثانہ میں روکنا ضرر رساں ہے، اس سے خطرناک
> امراض سلسل البول اور سنگ مثانہ وغیرہ پیدا ہوجاتے ہیں‘‘(۲)

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے(۳) حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

> ’’إذا أراد أحدكم الغائط وأقيمت الصلاة، فليبدأ به‘‘(۴)

> ’’جب کسی کو ضرورت لاحق ہو اور نماز کی اقامت ہوچکی ہو تو پہلے

---

(۱) بستان العارفين مع تنبيه الغافلين: ۱/ ۳۷۳، الباب الثاني والتسعون في آداب الخلاء

(۲) المصالح العقلية، ص: ۶۴، حاجت بول وبراز کے وقت منع نماز کی وجہ

(۳) مسلم رقم الحديث: ۵۶۰، باب لا صلاة بحضرة طعام ولا وهو يدافعه الاخبثان

(۴) سنن ابن ماجة رقم الحديث: ۶۱۶، باب ماجاء في النهي للحاقن أن يصلي

ضرورت سے فارغ ہوجائے (پھر نماز پڑھے)''

نماز سے پہلے بول وبراز سے فراغت حاصل کرنیکی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

> ''حبس بول وبراز سے دل میں انقباض اور پراگندگی وعدم حضور کا لاحق ہونا یقینی ہے اور جب حضور نہ ہو، اور پراگندی رہے تو نماز ناقص رہے گی؛ لہٰذا ایسے سبب کو رفع کرنے کا حکم ہوا جو نماز میں پراگندگی اور عدم حضور کا باعث ہو'' (۱)

قضائے حاجت کے واسطے جانے کے تعلق سے جو ہدایات اسلام نے دی ہیں، ذیل میں انہی کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

جوتا پہن کر اور سر ڈھانپ کر جائے

جب قضاء حاجت کے لئے جائے تو ٹوپی پہن لے، یا سر کو کسی اور چیز سے ڈھانپ لے، ننگے سر اور ننگے پاؤں نہ جائے (۲) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ابراہیم تیمی رحمہ اللہ دونوں کا یہی معمول تھا (۳) امام بیہقی رحمہ اللہ نے حبیب بن صالح رحمہ اللہ کی سند سے آپ ﷺ کا یہ عمل نقل کیا ہے :

> **''کان رسول اللہ ﷺ إذا دخل الخلاء لبس حذاءہ وغطی رأسہ (۴)''**

> ''نبی کریم ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو جوتا پہن لیا کرتے تھے، اور سر مبارک ڈھانپ لیتے تھے''

اور فتاوی ہندیہ میں ہے :

---

(۱) المصالح العقلیة، ص: ۶۴، حاجت بول وبراز کے وقت منع نماز کی وجہ

(۲) إعلاء السنن: ۱/ ۳۲۳، باب آداب الاستنجاء

(۳) مصنف ابن أبی شیبة رقم الحدیث: ۲۰۹۴، باب في الرجل یرید أن یدخل الخلاء

(۴) السنن الکبری للبیهقی رقم الحدیث: ۴۵۶، باب تغطیة الرأس عند دخول الخلاء الخ

”ویدخل مستور الراس“(۱)

”قضاء حاجت کے لئے جاتے وقت سر چھپالیا جائے“

امام غزالی (۲) صاحب مراقی الفلاح (۳) علامہ بہوتی حنبلی (۴) اور صاحب شرح کبیر (۵) وغیرہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے،

آلۂ استنجاء ساتھ لے جائے

آپ ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو اپنے ساتھ پانی (۶) یا پتھر بھی لے جایا کرتے تھے (۷) اور اس کا حکم صحابہ کرام ؓ کو بھی دیا کرتے تھے (۸) اس لئے اگر قضاء حاجت کی جگہ پر پانی کا انتظام نہ ہو تو اپنے ساتھ اسے لے جانا چاہئے، اور اسے دائیں طرف رکھنا چاہئے۔ (۹)

قابل احترام چیز ساتھ نہ لے جائے

قضاء حاجت کے لئے جب جانا ہو تو اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائے جس پر اللہ یا اس کے رسول کا نام لکھا ہو، یا کوئی ایسا کاغذ ہو جس پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں، فرشتوں کے نام بھی چونکہ محترم ہیں اس لئے اگر ان کے نام بھی کسی کاغذ پر لکھے ہوئے ہوں تو اسے بھی بیت الخلاء میں نہیں لے جانا چاہئے، ترمذی میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے:

”کان رسول اللہ ﷺ إذا دخل الخلاء نزع خاتمه“(۱۰)

”نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تھے تو انگوٹھی اتار

(۱) عالمگیری ۱/۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء

(۲) إحياء العلوم: ۱/۱۳۱، باب آداب قضاء الحاجة

(۳) مراقی الفلاح مع حاشيه الطحطاوی، ص: ۵۱، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

(۴) كشاف القناع: ۱/۵۹، باب الاستطابة وآداب الخلاء

(۵) شرح منتهى الإرادات: ۱/۳۳، باب الاستنجاء

(۶) أبو داؤد رقم الحديث: ۴۵، باب الرجل يدلك يده بالأرض الخ

(۷) بخاری رقم الحديث: ۱۵۵، باب الاستنجاء بالحجارة

(۸) ابو داؤد رقم الحديث: ۴۰، الاستنجاء بالحجارة

(۹) هنديه: ۱/۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء

(۱۰) ترمذی رقم الحديث: ۱۷۴۶، باب ماجاء في لبس الخاتم في اليمين

دیا کرتے تھے“

اور صاحب مراقی الفلاح رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ویکرہ الدخول للخلاء ومعہ شیء مکتوب فیہ اسم اللّٰہ“(۱)

”ایسی چیز جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو، اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا مکروہ ہے“

بعض مرتبہ لوٹے پر نقش ونگار کر دیا جاتا ہے، اور اس میں اس قدر افراط سے کام لیا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول کا نام بھی کندہ کر دیا جاتا ہے، کبھی کبھی ایک آدھ قرآنی آیت بھی لکھ دی جاتی ہے، پھر اسی لوٹے کو بیت الخلاء میں لے جایا جاتا ہے، حالانکہ یہ مکروہ عمل ہے، بیت الخلاء میں جن چیزوں کو لے جانا مکروہ ہے، اس کی تفصیل علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے پیش کرنے کے بعد یہ لکھا ہے:

”قال بعض الحذاق ومنہ یعلم کراھۃ استعمال نحو إبریق فی خلاء مکتوب علیہ شئی من ذلک“(۲)

”بعض ماہرین فقہ کا بیان ہے کہ تفصیل مذکور سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جس لوٹا پر کوئی قابل احترام بات لکھی ہو تو اسے بیت الخلاء لے جانا مکروہ ہے“

البتہ یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ اسے کسی چیز سے چھپایا نہ گیا ہو، لیکن اگر اسے کسی چیز سے چھپا دیا جائے، مثلاً اسے جیب میں رکھ لیا جائے تو پھر کراہت باقی نہیں رہے گی۔ (۳)

انگوٹھی کے نگینہ کا ہتھیلی کی جانب کرنا

اگر کوئی انگوٹھی پہنے ہوئے بیت الخلاء میں داخل ہوگیا، حالانکہ اس کے نگینہ پر قابل احترام باتیں کندہ ہیں، اور اسے اتار کر جیب میں نہیں رکھا، بلکہ اسے صرف اپنی ہتھیلی کی طرف گھما لیا تو اس کی وجہ سے وہ کراہت کے ارتکاب سے نکل جائیگا، یا نہیں؟ اس تعلق سے علامہ

---

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۵۴، فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۴، مایجوز بہ الاستنجاء

(۳) حوالہ سابق

حلبیؒ فرماتے ہیں :

> "الخاتم المكتوب فيه شئ من ذلک إذا جعل فصه إلى باطن كفه قيل لايكره والتحرز أولى"(۱)
>
> "جس انگوٹھی پر کوئی قابل احترام بات لکھی ہوئی ہو، اور اسے پہن کر کوئی بیت الخلاء چلا جائے، اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کر لے تو بعض حضرات اس کو مکروہ نہیں سمجھتے، لیکن اس سے بھی بچنا بہتر ہے"

آبادی سے دور جائے

اگر قضاء حاجت بستی سے باہر کرنی ہو تو آبادی سے خوب دور نکل جائے، تا کہ کسی کی نگاہ اس کی شرمگاہ پر نہ پڑے، اور نہ ہی بول و براز کو دیکھ کر دوسروں کو گھن آئے (۲) علامہ ابن قیمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی آپ ﷺ دو دو میل بھی دور نکل جاتے تھے۔ (۳)

علامہ سجستانی رحمہ اللہ اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے نقل کرتے ہیں:

> "أن النبی ﷺ كان إذا أراد البراز انطلق حتی لایراه أحد"(۴)
>
> "نبی کریم ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو اتنا دور نکل جاتے کہ کسی کی نگاہ آپ ﷺ پر نہیں پڑتی تھی"

دور نکل جانے کے باوجود اگر کوئی اتفاق سے نزدیک سے گذرنے لگے تو کھانس کر یا کسی اور طریقے سے اسے آگاہ کر دینا چاہئے۔ (۵)

اس وقت جدید سائنس زیادہ چلنے پر زور دے رہی ہے، حتی کہ امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں یہ جملہ نمایاں انداز میں لکھ کر لٹکایا گیا ہے کہ پاؤں پہلے پیدا ہوا یا پہیہ؟

---

(۱) حوالہ سابق

(۲) نيل الأوطار: ۱/۱۰۱، باب الإبعاد والاستتار

(۳) زاد المعاد: ۱/۱۶۴، فصل في هديه ﷺ عند قضاء الحاجة

(۴) ابوداؤد رقم الحديث: ۲، باب التخلي عند قضاء الحاجة

(۵) فتح الملهم: ۱/۳۲۱، باب النهي عن الاستنجاء باليمين

ظاہر ہے کہ پاؤں پہلے پیدا ہوا، اس کا مقصد قوم کو پیدل چلانا ہے، ایک بایوکیمسٹری کے ماہر نے نکتے کی بات کہی ہے:

> ’’جب سے شہر پھیلنے لگے، آبادی بڑھنے لگے اور کھیت ختم ہونے لگی اس وقت سے اب تک امراض کی بہتات ہوگئی ہے، کیونکہ جب سے انسان نے دور چل کر حاجت کرنا چھوڑا ہے اس وقت سے اب تک قبض، گیس، تبخیر اور جگر کے امراض بڑھ گئے ہیں، چلنے سے آنتوں کی حرکات تیز ہوجاتی ہیں، جس کی وجہ سے حاجت تسلی بخش ہوتی ہے، آج حاجت غیر تسلی بخش ہوتی ہے جس کی وجہ سے بیت الخلاء میں زیادہ وقت گذارنا پڑتا ہے(۱)

تاہم اگر بیت الخلاء ہی میں قضاء حاجت کرنی ہو تو اس میں چونکہ دوسروں کی نگاہ سے شرمگاہ بھی پوشیدہ رہتی ہے، اور بول و براز بھی فلش پر مناسب مقدار میں پانی بہادینے سے باقی نہیں رہتا ہے کہ دوسروں کو گھن اور بدبو محسوس ہو، اس لئے اس کے بنانے میں دوری کا لحاظ کرنا ضروری نہیں ہے، حسب سہولت بنایا جاسکتا ہے، علامہ شمس الحق عظیم آبادی حدیث مذکور کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

> ’’فیه من الآداب استحباب التباعد عند الحاجة عن حضور الناس إذا کان فی مراح من الأرض ویدخل فی معناه الاستتار بالأبنیة‘‘(۲)
>
> ’’حدیث مذکور میں چند آداب ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ قضاء حاجت کے لئے لوگوں کی نگاہوں سے دور ہوجانا مستحب ہے جبکہ جگہ کھلی ہوئی ہو اور اگر بیت الخلاء بنا ہوا ہو تو دور جانے کی ضرورت نہیں ہے‘‘

---

(۱) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/۱۸۸، حاجت ضروریہ اور جدید سائنس

(۲) عون المعبود: ۱/۱۰، باب التخلي عند قضاء الحاجة

بایاں پاؤں پہلے داخل کرے

جب بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرے تو اس میں پہلے بایاں پاؤں رکھے، کیونکہ وہ گندی جگہ ہے، شیاطین جمع رہتے ہیں، ایسی صورت میں اگر بایاں پاؤں کو پہلے اور داہنے کو بعد میں رکھا گیا تو اس سے داہنے پاؤں کا اکرام ہوگا، صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں:

> **"ویدخل الخلاء ... برجله الیسری ابتداءً ... استحبابا تکرمة للیمنی لانه مستقذر یحضره الشیطان"(۱)**

> "بیت الخلاء میں پہلے بایاں پاؤں داخل کرنا مستحب ہے؛ کیونکہ اس میں دائیں پاؤں کا اکرام ہے، اور اسلئے بھی کہ وہ گندی جگہ ہے وہاں شیاطین موجود ہوتے ہیں"

اور حکیم ترمذی رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

> **"من بدأ برجله الیمنی قبل یساره إذا دخل الخلاء ابتلی الفقر (۲)"**

> "جو بایاں پاؤں بیت الخلاء میں پہلے داخل کرنے کے بجائے دایاں پاؤں داخل کرے تو وہ فقر ومحتاجی سے دوچار ہوگا"

اگر بیت الخلاء میں قضاء حاجت کرنا ہو تو قدمچہ پر پہلے بایاں پاؤں رکھے، پھر داہنا رکھے، اور اگر بستی سے باہر جنگل میں کرنا ہو تو جس جگہ قضاء حاجت کے لئے بیٹھنے کا ارادہ ہو اس جگہ پہلے بایاں پاؤں رکھے، اس کے بعد دایاں رکھے۔ (۳)

دعا پڑھے

قضاء حاجت کے وقت چونکہ شرمگاہ کھلی ہوئی رہتی ہے، اور اس حالت میں کسی قسم کا ذکر بھی ممنوع ہے، نیز گندگی کی وجہ سے شیاطین کا بھی جمگھٹا رہتا ہے جو ایذاء پہونچانے کے

---

(۱) **مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی**، ص:۵۱، **فصل فیما یجوز به الاستنجاء**

(۲) **کشاف القناع**:۱/۵۹، **باب الاستطابة وآداب التخلي**

(۳) حوالہ سابق

لئے تیار بیٹھے رہتے ہیں (١) اور اسی کے ساتھ اس حالت میں شیاطین انسانوں کی شرمگاہ سے کھلواڑ کرتے ہیں (٢) جس کی وجہ سے کسی ایسی تدبیر کی شدید ضرورت تھی جس سے انسانوں کی شرمگاہ شیاطین کی نگاہوں سے محفوظ رہیں، اوران کے ضرر سے بھی خاطر خواہ نجات مل سکے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے شیاطین کی نگاہوں سے حفاظت کی ترکیب تو یہ بتائی کہ بیت الخلاء جانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھ لیا کرو، اس سے تمہاری شرمگاہ شیاطین کی نگاہوں سے محفوظ ہوجائیں گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''ستر ما بین أعین الجن وعورات بنی آدم إذا دخل أحدهم الخلاء أن یقول بسم اللہ'' (٣)

''جب کوئی قضاء حاجت کے لئے جائے تو بسم اللہ پڑھ لیا کرے، اس سے اس کی شرمگاہ اور جنات کی نگاہوں کے درمیان آڑ قائم ہوجائے گی''

اور شیطانی ایذاء سے حفاظت کی صورت یہ بتائی کہ خدائے ذوالجلال کی شیطان سے پناہ مانگو (٤) چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے:

''کان النبی ﷺ إذا دخل الخلاء قال اللهم إنی أعوذ بک من الخبث والخبائث'' (٥)

''نبی کریم ﷺ بیت الخلاء تشریف لے جاتے وقت پڑھا کرتے تھے ''اللهم إنی أعوذ بک من الخبث والخبائث'' (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت)''

اور سنن سعید بن منصور میں مذکورہ دونوں دعائیں ایک ہی حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہیں:

---

(١) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، ص:٥١، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(٢) ابوداؤد رقم الحدیث:٣٥، باب الاستتار في الخلاء

(٣) ترمذی رقم الحدیث:٦٠٦، باب ماذکر من التسمیة عند دخول الخلاء

(٤) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، ص:٥١، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(٥) بخاری رقم الحدیث:١٤٢، باب مایقول عند الخلاء

"کان یقول : بسم اللہ اللھم إنی أعوذ بک من الخبث والخبائث"(۱)

"نبی کریم ﷺ بیت الخلاء تشریف لے جاتے وقت پڑھا کرتے تھے "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ إِنِّیۡ أَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡخُبۡثِ وَالۡخَبَائِثِ" (بسم اللہ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت)"

اسی لئے علامہ نوویؒ نے قضائے حاجت کے لئے جانے والوں کو دونوں دعائیں پڑھنے کے لئے کہا ہے(۲) لیکن اگر کسی نے دونوں دعاؤں میں سے کوئی ایک دعا پر اکتفا کرلیا تو اس کا یہ عمل اگرچہ افضل کے خلاف ہے، تاہم اصل سنت ادا ہوجائیگی۔ (۳)

دعا کب پڑھے؟

مذکورہ دونوں دعائیں بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنا چاہئے، اور اگر کھلے میدان میں قضاء حاجت کے لئے جانا ہو تو جہاں پر قضاء حاجت کے لئے بیٹھنے کا ارادہ کرے اس جگہ یہ دعائیں پڑھے، چنانچہ علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں:

"إن کان المکان معدا لذلک یقول قبل الدخول وإن کان غیر معدله کالصحراء ففی أوان تشمیر الثیاب مثلا قبل کشف العورۃ"(۴)

"اگر قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں جانا ہو تو دعا اس میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے، اور اگر جنگل میں جانا ہو تو جب بیٹھنے کے واسطے کپڑا سمیٹنے لگے تو شرمگاہ کھولنے سے پہلے پہلے پڑھے"

اور اگر کوئی دعا پڑھنا ہی بھول گیا، اور قضاء حاجت کے دوران اسے یاد آیا تو دل ہی

---

(۱) نیل الأوطار:۱/۹۷، باب مایقول المتخلي

(۲) الأذکار للنووي:۱/۲۶، باب مایقول إذا أراد دخول الخلاء

(۳) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۵۱، فصل فیمایجوز به الاستنجاء

(۴) حوالہ سابق

دل میں پڑھ لے، زبان سے نہ پڑھے۔(۱)

شرمگاہ کب کھولے؟

قضاء حاجت کے لئے شرمگاہ کو کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے، مگر اسے کھڑے کھڑے نہ کھولے، بلکہ جب بیٹھنے سے قریب ہوجائے تب کھولے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ آپ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہیں :

"کان إذا جلس لحاجته لا یرفع ثوبه حتی یدنو من الأرض"(۲)

"جب آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے بیٹھتے تو اپنے کپڑے کو زمین سے قریب ہونے کے بعد ہی اٹھاتے تھے"

البتہ اس بات کا خیال رہے کہ کپڑا انجاست سے آلودہ نہ ہونے پائے، لیکن جب اس کا اندیشہ ہو تو حسب ضرورت ستر کے کھولنے کی اجازت ہوگی (۳) علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ بیت الخلاء میں بھی ستر کھولنے میں جلدی نہیں کرنا چاہئے، بلکہ جب بیٹھنے کے قریب ہوجائے تب کپڑا اٹھانا چاہئے۔(۴)

قبلہ کی طرف چہرہ یا پشت نہ کرے

خانہ کعبہ کو ایک خاص عظمت حاصل ہے، وہ شعائر الٰہی میں داخل ہے جس کی تعظیم وتکریم کرنے والوں کو متقی کہا گیا ہے(۵) اس کی تعظیم ہی کے واسطے حج فرض کیا گیا، اور بغیر صفائی وطہارت کے اس کا طواف کرنے سے روکا گیا، نماز میں اس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا، قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے سے منع کیا گیا(۶) حضرت طاؤس کے مراسیل میں ہے:

"حق اللہ علی کل مسلم أن یکرم قبلة اللہ" (۷)

---

(۱) حوالہ سابق

(۲) زاد المعاد: ۱/۱۶۷، فصل في هدیه ﷺ عند قضاء الحاجة

(۳) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، ص: ۵۱، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(۴) طیبی: ۲/۴۱، باب آداب الخلاء

(۵) الحج: ۳۲

(۶) غنیة المتملی، ص: ۳۹، مطلب استقبال القبلة عند الاستنجاء مکروہ کراهة تحریم

(۷) مصنف ابن أبي شیبة رقم الحدیث: ۱۶۰۷، في استقبال القبلة

''ہر مسلمان پر اللہ کا یہ حق ہے کہ قبلہ کا اکرام کرے''

اور حضرت حذیفہ ﷛ سے مرفوعا منقول ہے:

''من تفل تجاہ القبلة جاءيوم القيامة وتفله بين عينيه''(۱)

جو قبلہ کی جانب تھوکے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوگا۔

اور ابن خزیمہ نے بھی ابن عمر ﷛ سے مرفوعا نقل کیا ہے:

''يبعث صاحب النخامة في القبلة يوم القيامة وهي في وجهه''(۲)

''قبلہ کی جانب ناک صاف کرنے والا قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائیگا کہ اس کی رینٹھ اس کے چہرہ پر ہوگی''

قبلہ کے اسی احترام کے پیش نظر یہ حکم ہے کہ قضاء حاجت کے وقت نہ اس کی طرف رخ کیا جائے، اور نہ ہی اس کی طرف پشت کی جائے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''إذا جلس أحدكم على حاجته فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها''(۳)

''جب کوئی قضاء حاجت کے لئے بیٹھا کرے تو قبلہ کی طرف بالکل رخ نہ کرے، اور نہ ہی اس کی طرف پیٹھ کرے''

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوایوب انصاری ﷛ نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ببول ولا غائط ولكن شرقوا أو غربوا قال أبو أيوب فقدمنا

---

(۱) أبو داؤد رقم الحديث: ۳۸۲۴، باب في أكل الثوم

(۲) صحيح ابن خزيمة رقم الحديث: ۱۳۱۳، باب النهي عن التنخم في قبلة المسجد

(۳) مسلم رقم الحديث: ۲۶۵، باب الاستطابة

الشام فوجدنا مراحیض قد بنیت قبل القبلة فننحرف عنها ونستغفر اللّٰہ"(۱)

"جب تم لوگ قضاء حاجت کے لئے جایا کرو تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرو، نہ اس کی طرف پشت کرو، بلکہ اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف کرلیا کرو، (یہ حکم اہل مدینہ کو ہے اور جن کا قبلہ اہل مدینہ کی سمت میں ہو ان کو ہے(۲) مثلاً شام، عراق وغیرہ (۳) ابوایوب ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے شام جانا ہوا تو وہاں بیت الخلاء قبلہ کی جانب بنے ہوئے تھے، تو ہم قضاء حاجت کے وقت اس سے پھر جاتے تھے اور استغفار کرتے تھے (یہ استغفار بیت الخلاء بنانے والوں کیلئے ہوتا تھا" (۴)

اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"والحدیث یدل علی المنع من استقبال القبلة واستدبارها بالبول والغائط"(۵)

"حدیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیشاب وپاخانہ کے وقت استقبال واستدبار دونوں منع ہے"

اور علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ دس سے زائد دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ قضاء حاجت بیت الخلاء میں کی جائے یا کھلے میدان میں، بہر صورت قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنا ممنوع ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"وأصح المذاهب فی ذلک أنه لا فرق فی ذلک بین الفضاء والبنیان لبضعة عشر دلیلا"(٦)

---

(۱) مسلم رقم الحدیث: ۲٦۴، باب الاستطابة

(۲) فتح الملهم: ۱/ ۳۱۸، باب الاستطابة

(۳) فتاوی ابن تیمیه: ۲۱/ ۱۰۵، باب الاستنجاء

(۴) فتح الملهم: ۱/ ۳۱۹، باب الاستطابة

(۵) نیل الأوطار: ۱/ ۱۰۳، باب نهي المتخلي عن استقبال القبلة الخ

(٦) فتح الملهم: ۱/ ۳۱٦، باب الاستطابة

> ’’دس سے زائد دلائل کی بناء پر صحیح مذہب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا خواہ بیت الخلاء میں ہو یا کھلے میدان میں ممنوع ہے‘‘

شاہ ولی اللہؒ نے استقبال واستدبار کے ممنوع ہونے کی حکمت یہ بیان کی ہے :

> ’’دل کا تعظیم الہی کی طرف متوجہ ہونا چونکہ ایک امر باطنی تھا، اس لئے تعظیم قلبی کے قائم مقام ایک ظاہری علامت کا پایا جانا ضروری تھا، پچھلی امتوں میں یہ علامت ظاہرہ ان عبادت خانوں میں داخل ہونا قرار دیا گیا تھا جو خدائے تعالی کی عبادت کے لئے بنائے گئے تھے، وہ شعائر الٰہی اور دین کے جز تھے، لیکن ہماری شریعت نے قبلہ کی طرف منہ کرنا اور تکبیر کہنا اس کی علامت ظاہرہ قرار دیا، پس جبکہ اللہ تعالی نے کعبہ کی طرف منہ کرنا تعظیم الہی کی طرف دل کی توجہ کا اور یاد الٰہی میں دل لگانے کا قائم مقام قرار دیا، اور قائم مقام ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ ہیئت اللہ تعالی کی یاد دلاتی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے اس حکم سے یہ استنباط کرلیا کہ استقبال قبلہ کی ہیئت کو تعظیم الٰہی کے ساتھ مخصوص رہنا ضروری ہے‘‘(۱)

اورڈاکٹرڈارون، لیڈبیٹر اور الیگزنڈرا کی کا سمک تحقیق کے مطابق:

> ’’کا سمک ورلڈ کا نظام انسانی زندگی پر حاوی ہے، خانۂ کعبہ کے چاروں اطراف میں مثبت شعاعیں پوری دنیا تک پھیلی ہوئی ہیں، پیشاب پاخانہ اور تھوک جو کہ خالص منفی ریز کا حصہ ہیں، کعبہ کی طرف ڈالیگا تو یہ اس آدمی کیلئے مسلسل نقصان کا باعث بنے گا‘‘(۲)

قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے سے متعلق بعض مسائل

۱۔ قضاء حاجت کے وقت استقبال ہو یا استدبار دونوں مکروہ تحریمی ہیں،

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ :۱/ ۳۰۷، آداب الخلاء

(۲) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۲۰۱، قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا

لیکن اگر کوئی شخص بھولے سے قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے بیٹھ گیا تو اب وہ کیا کرے؟ بعض حضرات نے تو یہ فرمایا کہ چونکہ یہ فعل سہوا ہوا ہے، اس لئے کوئی مواخذہ نہیں ہے، لیکن علامہ شرنبلالیؒ نے یہ لکھا ہے کہ اگر نسیاناً ایسا ہو گیا تو یاد آتے ہی فوراً اس طرف سے گھوم جائے ؛ کیونکہ طبرانی کی حدیث مرفوع میں ہے کہ جو بھول کر سمت قبلہ کی طرف قضاء حاجت کے لئے بیٹھ جائے، پھر اسے یاد آئے اور عظمت قبلہ کے پیش نظر وہ اپنے رخ کو پھیر لے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو اٹھنے سے پہلے ہی معاف فرما دیں گے۔(۱)

۲۔ اگر بیت الخلاء قبلہ کی سمت میں بنا ہوا ہو، اور اس میں اتنی کشادگی نہ ہو کہ قبلہ کی طرف سے پشت اور رخ دونوں کو پھیرا جا سکے، بلکہ دونوں میں سے صرف ایک کے پھیرنے کی گنجائش ہو تو مناسب ہے کہ قبلہ کی طرف پشت کر لے ؛ کیونکہ رخ کرنے کے مقابلے میں پشت کرنا اھون ہے، چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"هيئة الاستقبال أشنع و أفحش من الاستدبار" (۲)

"استدبار کے مقابلے میں استقبال زیادہ قبیح اور برا ہے"

اسی لئے علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں:

"و إذا اضطر إلى أحدهما ينبغي أن يختار الاستدبار" (۳)

"جب قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنے پر مجبور ہو جائے تو پشت کر لینا اچھا ہے"

۳۔ اگر آندھی اس قدر تیز ہو کہ قبلہ کے علاوہ دوسری سمت رخ یا پشت کی جائے تو پیشاب سے بدن اور کپڑے آلودہ ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ضرورۃ قبلہ کی طرف پشت کر کے قضاء حاجت کر لینے کی گنجائش ہے:

"لو كانت الريح تهب عن يمين القبلة أو شمالها فإنهما لا يكرهان للضرورة" (۴)

---

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیه طحطاوی، ص: ۵۲، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(۲) فتح الملهم: ۱/۳۱۲، باب الاستطابة

(۳) حاشیه طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۲، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(۴) حوالہ سابق

> ’’اگر ہوا قبلہ کے دائیں یا بائیں جانب تیز چل رہی ہو (اور پیشاب کی چھینٹیں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو) ضرورۃ قبلہ کی جانب ہو کر قضاء حاجت کر لینا مکروہ نہیں ہے‘‘

بیت المقدس کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنا

حضرت ابو معقل ﷛ سے بیہقی رحمہ اللہ (۱) ابن ماجہ رحمہ اللہ (۲) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۳) طبرانی رحمہ اللہ (۴) اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (۵) وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت خانۂ کعبہ اور بیت المقدس کی طرف رخ کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، یہی حدیث ابوداؤد (۶) میں بھی ہے، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، یہ دونوں حضرات قضاء حاجت کے لئے بیت المقدس کی طرف رخ کرنا حرام قرار دیتے ہیں؛ (۷) چنانچہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ابن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

> **’’کانوا یکرھون أن یستقبلوا واحدۃ من القبلتین بغائط أو بول (۸)‘‘**

> ’’صحابہ کرام ﷛ قضاء حاجت کے وقت خانۂ کعبہ اور بیت المقدس کی طرح رخ کرنے کو ناپسند کرتے تھے‘‘

مگر یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو زید ہیں جن کے متعلق تقریب میں ہے:

> **’’أبو زید.... مجھول من الرابعة‘‘ (۹)**

---

(۱) السنن الکبری للبیھقی رقم الحدیث: ۴۳۴، باب النھي عن استقبال القبلة الخ

(۲) ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۹، باب النھي عن استقبال القبلة

(۳) مسند أحمد رقم الحدیث: ۱۷۸۳۸، حدیث معقل بن أبي معقل

(۴) المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۴۹، معقل بن أبي معقل

(۵) مصنف ابن أبی شیبة رقم الحدیث: ۱۶۰۳، في استقبال القبلة

(۶) أبو داؤد رقم الحدیث: ۱۰، باب کراھیة استقبال القبلة الخ

(۷) المنھل العذب شرح أبي داؤد: ۱/۵۰، باب کراھیة استقبال القبلة

(۸) مصنف ابن ابی شیبة رقم الحدیث: ۱۶۰۶، في استقبال القبلة

(۹) تقریب التھذیب رقم: ۸۱۰۹، حرف الزاي

”ابوزید مجہول راوی ہے، طبقات رواۃ میں ان کا شمار چوتھے درجے میں ہوتا ہے“

اس لئے یہ حدیث لائق استدلال نہیں ہے، اور اگر سند کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث اہل مدینہ اور ان کی سمت میں جو لوگ آباد ہیں، ان کے بارے میں ہے، کیونکہ ان حضرات کے لئے بیت المقدس کا استقبال کرنا خانہ کعبہ کے استدبار کو مستلزم ہے، تو ممانعت کی وجہ بیت المقدس کا استقبال نہیں ہے، بلکہ بیت اللہ کی طرف پشت کا ہوجانا ہے؛ لہٰذا جو لوگ مدینہ یا اس کی سمت میں آباد نہ ہوں ان کے لئے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ خطابیؒ اور امام نوویؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ جن لوگوں کو قضاء حاجت کے وقت بیت المقدس کا رخ کرنے سے خانۂ کعبہ کی طرف پشت کرنا لازم نہ آتا ہو ان کے لئے بیت المقدس کی طرف رخ کرنا حرام نہیں ہے(۱) علامہ بہوتیؒ فرماتے ہیں:

”ولایکرہ التوجہ إلی بیت المقدس“(۲)

”بیت المقدس کی طرف رخ کرنا قضاء حاجت کے وقت مکروہ نہیں ہے“

چاند اور سورج کی طرف چہرہ کرنا

چاند وسورج اللہ تعالی کی عظیم نشانیاں ہیں(۳) جن کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں(۴) اللہ تعالی نے ان دونوں کی قسم بھی کھائی ہے(۵) جس سے اس کی مزید اہمیت معلوم ہوتی ہے، اسی کے ساتھ یہ دونوں انوار الٰہی کے مظہر ہیں(۶) اور بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ

---

(۱) المجموع شرح المهذب: ۸۱/۲، باب الاستطابة

(۲) كشاف القناع: ۶۵/۱، باب الاستطابة وآداب التخلي

(۳) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، ص: ۵۳، باب مايجوز به الاستنجاء

(۴) حوالہ سابق

(۵) الشمس: ۱-۲

(۶) الشرح الكبير على متن الاقناع: ۸۷/۱، ولا يستقبل الشمس ولا القمر

ان پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہے (۱) ان وجوہ کی وجہ سے گو یا وہ اشرف و ممتاز سیارے ہیں، اس لئے ٹھیک ان کی طرف رخ کر کے قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے، علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں:

> "ویکرہ استقبال عین الشمس و القمر" (۲)
>
> "قضاء حاجت کے وقت ٹھیک چاند و سورج کا رخ کرنا مکروہ ہے"

البتہ اگر ان کی طرف پشت ہو جائے یا وہ دونوں سامنے کی جہت میں تو ہوں لیکن ٹھیک ان کی طرف رخ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۳)

ہوا کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنا

ہوا تیز چلنے کی صورت میں اگر اس کی طرف رخ کر کے پیشاب کیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ اس کی چھینٹیں بدن اور کپڑے پر اڑ کر پڑیں، اور ناپاک کر دیں، اس لئے اس کی طرف رخ کرنا مکروہ قرار دیا گیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

> **"إذا بال أحد کم فلا یستقبل الریح ببو له فیر د علیه" (۴)**
>
> "جب کوئی پیشاب کرے تو ہوا کے رخ پر نہ کرے، کیونکہ چھینٹیں پڑنے کا اندیشہ ہے"

اسی لئے علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> **"ویکرہ استقبال... مھب الریح لعو دہ به فینجسه" (۵)**
>
> "ہوا کی طرف رخ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ہوا کے زور سے پیشاب لوٹ کر بدن وغیرہ کو نجس کر دے گا"

اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کی طرف پشت کرنا مکروہ نہیں ہے، البتہ اگر کسی کو دست آ رہے ہوں اور پاخانہ پیشاب کی طرح رقیق ہو تو اس صورت میں بھی چونکہ کپڑا وغیرہ ناپاک

---

(۱) شرح منتھی الإرادات: ۱/ ۳۴، باب الاستنجاء

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، ص: ۵۳، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(۳) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۳، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(۴) مسند فردوس رقم الحدیث: ۱۲۰۸، باب الألف

(۵) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، ص: ۵۳، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

ہونے کا احتمال ہے، اس لئے ایسے شخص کے لئے ہوا کی طرف پشت کرنا بھی مکروہ ہوگا(١) حکیم محمد طارق محمود چغتائی فرماتے ہیں :

> ’’اگر ہوا کے رخ پر پیشاب کیا گیا تو ہوا کے دباؤ کی وجہ سے وہ پیشاب اڑ کر جسم اور چہرہ پر پڑے گا، اس طرح جسم اور لباس آلودہ ہوجائیں گے، اور یہ آلودگی مرض کی ابتداء ہے، اس لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں ہوا کا رخ نہ بنتا ہو اور کچھ اوٹ ہو‘‘(٢)

---

(١) حوالہ سابق

(٢) سنت نبوی اور جدید سائنس: ١٩٨/١، ممنوعات قضائے حاجت

قضائے حاجت کے آداب

قضاء حاجت کے وقت بعض امور ایسے ہیں جن سے اسلام نے روکا ہے، ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کی نشاندہی کی جارہی ہے:

کھڑا ہوکر پیشاب کرنا

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے چونکہ پیشاب کی چھینٹیں کپڑے اور بدن پر پڑجاتی ہیں، نیز یہ مروت ووقار کے بھی خلاف ہے، اس سے لوگوں کی نگاہ بھی شرمگاہ پر پڑسکتی ہے(۱) حدیث میں اس عمل کو ''جفا'' سے تعبیر کیا گیا ہے(۲) ایک مرتبہ آپ ﷺ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: **''یا عمر! لا تبل قائما''**(۳) ''اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا کرو''، ابن قیم نے آپ ﷺ کا عمل یہ نقل کیا ہے: **''أکثر ما کان یبول وھو قاعد''**(۴) ''آپ ﷺ عام طور پر بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے''، حتی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر تم سے کوئی یہ بیان کرے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو اس کی تصدیق نہ کرنا؛ کیونکہ آپ ﷺ کا عمل بیٹھ کر پیشاب کرنے کا تھا(۵) مگر امام بخاری(۶) امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے۔(۷)

---

(۱) حجة الله البالغه: ۱/۳۰۸، آداب الخلاء

(۲) مسند بزار رقم الحدیث: ۴۴۲۴، مسند بریده بن الحصیب

(۳) ترمذی رقم الحدیث: ۱۲، باب النهي عن البول قائما

(۴) زاد المعاد: ۱/۱۶۴، فصل في هدیه ﷺ عند قضاء الحاجة

(۵) ترمذی رقم الحدیث: ۱۲، باب النهي عن البول قائما

(۶) بخاری رقم الحدیث: ۲۲۴، باب البول قائما و قاعدا

(۷) مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳، باب المسح علی الخفین

لیکن یہ حدیث چونکہ آپ ﷺ کے عام معمول کے خلاف ہے، اس لئے شارحین حدیث نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں، ایک توجیہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب کی پیٹھ میں جب درد ہوتا تھا تو بغرض علاج وہ لوگ کھڑے ہوکر پیشاب کیا کرتے تھے، ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو بھی ایسا درد رہا ہو جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر بغرض علاج پیشاب کیا تھا(۱) اور دوسری توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے آپ کے گھٹنے میں اس وقت زخم رہا ہو جس کی وجہ سے آپ ﷺ کیلئے بیٹھنا دشوار ہوگیا ہو، جیسا کہ بیہقی کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے:

"أن النبی ﷺ بال قائما من جرح کان بمأبضہ"(۲)

"نبی کریم ﷺ کو گھٹنے میں درد تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا"

نشیب میں بیٹھ کر اونچی جگہ پر پیشاب کرنا

نشیب میں بیٹھ کر اونچی جگہ پر پیشاب کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے جسم اور کپڑے پیشاب سے آلودہ ہوجائیں گے۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ اور ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفی أسفل الأرض إلی أعلاها (در) أی بأن یقعد فی أسفلها ویبول إلی أعلاها فیعود الرشاش علیه"(۳)

"نشیبی زمین میں بیٹھ کر اس سے اونچی جگہ پر پیشاب کرنا مکروہ ہے، کیونکہ چھینٹیں اڑ کر پڑیں گی"

دائیں پاؤں پر بوجھ ڈال کر نہ بیٹھے

جب قضاء حاجت کے لئے جائے تو دائیں پاؤں پر بوجھ ڈال کر نہ بیٹھے، بلکہ بائیں

---

(۱) زاد المعاد: ۱/ ۱۶۵، فصل فی ھدیہ ﷺ عند قضاء الحاجة

(۲) السنن الکبری للبیهقی رقم الحدیث: ۴۸۹، باب البول قائما

(۳) شامی: ۱/ ۳۴۳، فصل فی الاستنجاء

پاؤں پر بوجھ ڈالے؛ کیونکہ اس کیفیت کے ساتھ بیٹھنے سے فراغت میں سہولت ہوجاتی ہے، (۱) اسی طرح پیشاب کرتے وقت بھی بیٹھنا چاہئے (۲) حضرت سراقہ بن جعشم ؓ کے حوالے سے بیہقی نے ایک روایت ذکر کی ہے، جس میں حضرت سراقہ ؓ فرماتے ہیں :

> **"علمنا رسول الله ﷺ إذا دخل أحدنا الخلاء أن يعتمد اليسرى**
> **وينصب اليمنى" (۳)**

> "نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو یہ بتلایا کہ جب کوئی بیت الخلاء جائے تو
> بائیں پاؤں پر سہارا دیکر بیٹھے، اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے"

اگر مذکورہ طریقے کے مطابق بیٹھا جائے تو گیس، تبخیر، بدہضمی، قبض اور گردوں کے امراض کم ہوجاتے ہیں، اور مستقل کرنے سے یہ امراض ختم ہوجاتے ہیں۔ (۴)

سلام کا جواب نہ دے

قضاء حاجت کی حالت میں کسی کو سلام کرنا جس طرح منع ہے، اسی طرح اس کا جواب دینا بھی ممنوع ہے، (۵) نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ پیشاب کررہے تھے کہ اتنے میں ایک صحابی وہاں سے گذرے، انہوں نے سلام کیا، مگر اس حالت میں آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا، طحاوی شریف میں ہے :

> **"أن رجلا سلم على النبي ﷺ وهو يبول فلم يرد عليه" (۶)**

> "ایک صحابی نے آپ ﷺ کے پیشاب کرنے کی حالت میں آپ ﷺ کو
> سلام کیا، تو آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا"

کسی قسم کا ذکر نہ کرے

کسی قسم کا کوئی ذکر اس حالت میں کرنا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ ابن ہمام ؒ مکروہات

---

(۱) **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، ص: ۵۳، فصل فيما يجوز به الاستنجاء**

(۲) **الشرح الصغير مع حاشية الصاوي: ۱/۱۴۱، فصل في بيان آداب قضاء حاجة الإنسان**

(۳) **سنن كبرى رقم الحديث: ۴۵۷، باب تغطية الرأس الخ**

(۴) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/۱۹۰، حاجت ضروریہ اور جدید سائنس

(۵) **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، ص: ۵۳، فصل فيما يجوز به الاستنجاء**

(۶) **ترمذي رقم الحديث: ۹۰، باب في كراهية رد السلام غير متوضئ**

کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **"ولا یذکر اللہ تعالی حال جلوسہ ولا فی ذلک المحل" (۱)**
>
> ''اس حالت میں اللہ کا ذکر نہ کرے، اسی طرح اس مقام پر بھی نہ کرے''

اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

> **"وهو يدل على كراهة ذكر الله حال قضاء الحاجة ولو كان واجبا كردالسلام ولا يستحق المسلم فى تلك الحالة جوابا" (۲)**
>
> ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء حاجت کی حالت میں اللہ کا ذکر کرنا مکروہ ہے، اگر چہ وہ واجب ہی کیوں نہ ہو، مثلا سلام کا جواب دینا، اور اس حالت میں سلام کرنے والا جواب کا بھی مستحق نہیں ہے''

بلکہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، (۳) اور جب ذکر اللہ کا یہ حکم ہے تو اسی سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں کسی قسم کی گفتگو کرنا بھی مکروہ ہے۔ (۴)

اذان کا جواب نہ دے

اسی طرح اس حالت میں اذان کا جواب دینا بھی مکروہ ہے، علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"ولا يجيب موذنا"** (۵) ''قضاء حاجت کرنے والا موذن کی اذان کا جواب نہ دے''؛ البتہ اگر زبان کو حرکت دیے بغیر دل ہی دل میں جواب دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۶)

---

(۱) **فتح القدير: ۱/ ۲۱۳، فصل في الاستنجاء**

(۲) **نيل الاوطار: ۱/ ۱۰۰، باب كف المتخلي عن الكلام**

(۳) حوالہ سابق

(۴) **مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ص: ۵۳، فصل فيما يجوز به الاستنجاء**

(۵) **مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ص: ۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء**

(۶) **كشاف القناع: ۱/ ۶۳، باب الاستطابة وآداب التخلی**

چھینک آنے پر الحمد للہ نہ کہے

عام حالات میں چھینک آئے تو چھینکنے والے کو حکم ہے کہ وہ "الحمد للہ" کہے، چنانچہ حضرت ابوہریرۃ ؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: **"إذا عطس أحدكم فليقل الحمد لله"**(۱) "جب کسی کو چھینک آئے تو الحمد لله کہے"۔

یہ حدیث اگرچہ عام ہے، لیکن مختلف قرائن کی بناء پر فقہاء لکھتے ہیں کہ قضاء حاجت کی حالت میں چھینک آنے پر "الحمد للہ" کہنا ممنوع ہے، کیونکہ جب اس حالت میں سلام کرنا اور اس کا جواب دینا بھی ممنوع ہے تو یہ کہنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہونا چاہئے، چنانچہ علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: **"لا يحمد إذا عطس"**(۲) "اس حالت میں چھینک آنے پر "الحمد للہ" نہ کہے"، اسی طرح چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے کا جواب بھی اس حالت میں "**يرحمك الله**" کے ذریعہ نہ دے(۳) البتہ اگر "**يرحمك الله**" دل ہی دل میں کہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے(۴) علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> **"وهو المناسب لتشريف مثل هذا الذكر وتعظيمه وتنزيهه"** (۵)
>
> "اس جیسے ذکر کی اور خدائے تعالیٰ کی تعظیم وتکریم اور تنزیہ کے یہی مناسب ہے (کہ زبان سے کہے بغیر دل ہی دل میں کہہ لے)"

اس حالت میں نہ تھوکے نہ ناک صاف کرے

قضاء حاجت کی حالت میں تھوکنے اور ناک صاف کرنے کی بھی ممانعت ہے، کیونکہ تھوکنے سے دانتوں کے پیلا پڑ جانے کا اندیشہ ہے(۶) اور وسوسہ لاحق ہونے کا بھی خوف ہے (۷) اور اس حالت میں ناک صاف کرنے سے مزید بدبو محسوس ہوگی (۸) "گناہ

---

(۱) بخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۴، باب إذا عطس كيف يشمت؟

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

(۳) حوالہ سابق (۴) حوالہ سابق

(۵) نیل الاوطار: ۱/۱۰۰، باب كف المتخلي عن الكلام

(۶) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

(۷) کشاف القناع: ۱/۶۵، فصل إذا انقطع بوله الخ

(۸) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

بے لذت'' میں اسے گناہ صغیرہ میں سے شمار کیا گیا ہے، اور اگر بیت الخلاء میں یہ عمل کرے، اور اسے یونہی اوپر چھوڑ دے تو بعد میں جانے والوں کی جب اس پر نظر پڑے گی تو گھن آئے گی ، اور ایذاء وتکلیف پہونچے گی۔

مشترک بیت الخلاء میں عام طور پر لوگ اس کی رعایت نہیں کرتے ہیں، پان کھا کر گئے اور اسی میں تھوک دیا، تمبا کو منہ میں رکھ کر گئے اور اسی میں تھوکتے رہے، بلغم پھینک دیا، ناک صاف کرلی، بیڑی وسگریٹ وہیں جا کر سلگائی، جس سے اس کی پوری فضاء مکدر ہوگئی، اور پھر اس کا باقی ماندہ حصہ اوپر ہی ڈال کر چلے آئے، اگر چہ کرنے والوں کو یہ حرکت غلط محسوس نہ ہوتی ہوگی، لیکن ہر سلیم الفطرت انسان کو اس حرکت سے بڑی اذیت اٹھانی پڑتی ہے، بلکہ بعض حضرات کو اس کی بناء پر اجابت بھی نہیں ہوتی، اس لئے ان حرکتوں سے پورے اہتمام کے ساتھ بچنا چاہئے، اور اگر ضرورت کی بناء پر ان امور میں سے کوئی پیش آجائے تو فوراً اسے صاف کر دینا چاہئے، اوپر یونہی پڑا ہوا نہیں چھوڑنا چاہئے۔

شرمگاہ اور بول وبراز کو نہ دیکھے

قضاء حاجت کے وقت خود اپنی شرمگاہ دیکھنا بھی خلاف ادب ہے، حضرت علی ﷜ سے منقول ہے کہ: جو اپنی شرمگاہ کو بار بار دیکھتا ہے تو اس کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔(۱)

نیز اس حالت میں بول وبراز کو بھی نہیں دیکھنا چاہئے، کیونکہ ایک گھناؤنی چیز کو بلا ضرورت دیکھنا ہے جو کسی سلیم الفطرت انسان کو زیب نہیں دیتا، اور اس کے ساتھ سوء حفظ پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے، لہٰذا قضاء حاجت کی حالت میں بلا ضرورت نہ شرمگاہ کو دیکھے اور نہ ہی بول وبراز پر نگاہ ڈالے، علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ولا ینظر لعورتہ ولا إلی الخارج منھا''(۲)

''قضاء حاجت کی حالت میں نہ اپنی شرمگاہ کو دیکھے اور نہ ہی بول وبراز پر نگاہ ڈالے''

---

(۱) حوالہ سابق

(۲) **مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی**، ص:۵۵، **فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء**

دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو نہ چھوئے

قضاء حاجت کے وقت اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے، حضرت ابو قتادہ ﷛ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"ولا یمسکن أحدکم ذکرہ بیمینہ وھو یبول"(۱)

''پیشاب کرتے وقت کوئی ذکر کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے''

بلکہ عام حالات میں بھی بلا ضرورت شرمگاہ کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے، اس سے شہوت بھڑکتی ہے، پھر شہوت پوری کرنے کے لئے حلال ذریعہ میسر نہ ہونے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"وقیل من أکثر مسھا ابتلی بالزنا"** (۲) ''بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جو شرمگاہ کو عام طور پر چھوتا رہتا ہے تو اس پر زنا میں مبتلا ہوجانے کا خوف ہے''۔

ضرورت سے زائد نہ بیٹھے

جونہی ضرورت سے فارغ ہوجائے، فوراً اٹھ جائے، اور دیر نہ کرے، علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **"ولا یطیل الجلوس"** (۳) ''دیر تک نہ بیٹھے''، لقمان حکیم رحمہ اللہ نے اپنے آقا کو یہ نصیحت کی تھی کہ قضاء حاجت کے لئے زیادہ دیر تک نہ بیٹھا کیجئے، کیونکہ اس سے بواسیر ہوجانے کا خدشہ ہے (۴) اطباء کا کہنا ہے کہ اس سے دردِ جگر بھی پیدا ہوتا ہے (۵) نیز بلا ضرورت شرمگاہ کو کھولے رکھنا لازم آئے گا، جو شرعاً ناپسندیدہ ہے (۶) اس کے ساتھ چونکہ وہ گندی جگہ ہے، وہاں شیاطین مجتمع رہتے ہیں، ان سے تلبس اور اختلاط ہوگا جو کسی طرح مناسب نہیں ہے (۷) اس لئے فراغت کے بعد جلد نکل جانا چاہئے۔

---

(۱) مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین

(۲) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۵، فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء

(۳) حوالہ سابق

(۴) بستان العارفین ص: ۵۸، الباب الثاني والتسعون: في آداب الخلاء

(۵) شرح منتھی الإرادات: ۱/۳۶، باب الاستنجاء

(۶) کشاف القناع: ۱/۶۳، باب الاستطابة وآداب التخلی

(۷) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۵، فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء

فراغت کے بعد پاکی حاصل کرنے کا طریقہ

ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد پہلے یہ اطمینان حاصل کرلیا جائے کہ اب مزید رطوبت وغیرہ نہیں نکلے گی، خواہ یہ اطمینان دو چار قدم چلنے کے بعد ہو، یا کھانسنے اور کھنکھارنے سے ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور شکل اپنانے سے ہو، بہرحال اطمینان حاصل کرلینا ضروری ہے، اسی کا نام عربی زبان میں ''استبراء'' ہے، فقہاء لکھتے ہیں کہ استبراء سے پہلے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

پیشاب سے استبراء

طبی لحاظ سے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مرد کے پیشاب کی نالی چونکہ طویل اور تنگ ہوتی ہے، اس میں پیچ وخم بھی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے پیشاب کے بعد قطرات کے آنے کا احتمال رہتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ استنجاء کرنے سے پہلے یہ اطمینان کرلیا جائے کہ اب رطوبت کا نکلنا بند ہو چکا ہے، کیونکہ احادیث میں پیشاب سے بچنے کی سخت تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے:

"تنزهوا من البول فإن عامة عذاب القبر منه" (۲)

> ''پیشاب سے بچا کرو، کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے''

لہٰذا اہتمام کے ساتھ اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ ممکن ہے کہ استنجاء کرنے کے بعد رطوبت نکل آئے، اور جسم و کپڑا دونوں ناپاک ہو جائیں، اس لئے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ مجتبیٰ نامی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں: "الاستبراء واجب" (۳) ''استبراء کرنا واجب ہے''۔

---

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۴۳، فصل فی الاستنجاء

(۲) سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۵۹، باب نجاسۃ البول الخ

(۳) فتح القدیر: ۱/۲۱۳، فصل فی الاستنجاء

اور وجوب کی دلیل بخاری کی وہ روایت ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ ایک باغ کے پاس سے گذر رہے تھے کہ دو قبروں سے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور عذاب کسی ایسے گناہ کی وجہ سے نہیں ہے جن سے ان کو بچنا مشکل اور دشوار تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

”کان أحدھما لا یستتر من بولہ و کان الآخر یمشی بالنمیمۃ“(۱)

”ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغلخوری کیا کرتا تھا“

یہ تو بخاری کے الفاظ ہیں، لیکن اس حدیث کو ابن عساکر نے ”**لا یستتر**“ کے بجائے ”**لا یستبرئ**“ کے لفظ سے نقل کیا ہے، ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ”**لا یستبرئ**“ استبراء سے مشتق ہے(۲) اس صورت میں حدیث مذکور کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک پیشاب سے استبراء نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا،

بہر حال حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ استبراء نہ کرنے کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے، اس لئے استبراء کرنے کے بعد ہی استنجاء کرلینا چاہئے، چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے استبراء کرنے سے پہلے استنجاء کرنے کو گناہ کبیرہ میں سے شمار کیا ہے۔(۳)

پیشاب سے استبراء کا طریقہ

استبراء کی ضرورت واہمیت اور اس کا وجوب تو گذشتہ سطور سے معلوم ہو چکا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ استبراء نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا طریقہ کیا ہے؟ علامہ حصکفی اور ابن عابدین رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں ہے، حسب عادت جس کو جو طریقہ اختیار کرنے سے قطرات کے نہ آنے کا اطمینان حاصل ہو جائے اس کے لئے وہی ”استبراء“ ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

---

(۱) بخاری رقم الحدیث:۲۱۶، باب من الکبائر أن لا یستتر من بولہ

(۲) فتح الباری:۱/۳۱۸، الوضوء من غیر حدث

(۳) الزواجر:۱/۲۰۹، الکبیرۃ الثانیۃ والسبعون ترک شیء من واجبات الوضوء

> ”ویختلف بطباع الناس (در) هذا هو الصحیح فمن وقع فی قلبه أنه صار طاهرا اجاز له أن یستنجی لأن کل أحد أعلم بحاله“(١)
>
> ”طبائع چونکہ مختلف ہیں، اس لئے استبراء کا کوئی متعین طریقہ نہیں ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسی رائے کو صحیح قرار دیا ہے، لہذا جسے یہ اطمینان ہو جائے کہ اب پیشاب کے قطرات کا آنا بند ہو چکا ہے تو اس کے لئے استنجاء کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ ہر انسان اپنی حالت سے زیادہ باخبر ہوا کرتا ہے“

البتہ استبراء کا ایک آسان اور مختصر طریقہ یہ ہے کہ پیشاب سے فراغت کے بعد پہلے پاخانہ کے مقام سے خصیتین کی طرف رگوں کو سونتا جائے اس کے بعد پیشاب کی نالی کو سونت دیا جائے، (٢) اس سے ساری رطوبت عموماً نکل جاتی ہے، اور قطرات کے آنے کا احتمال ختم ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شکی مزاج ہو، اور اسے کسی صورت میں اطمینان نہ ہوتا ہو تو وہ حضرت خواجہ عزیز الحسنؒ کے استفسار اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے جواب کو پیش نظر رکھے:

> ”حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ مجھے استنجے میں بڑے وسوسے آتے ہیں، بہت دیر میں بمشکل تمام خشک ہوتا ہے، ملنے سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا ہے، فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کیجئے، معمولی طور سے استنجاء کر کے دھو لینا چاہئے، عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ اس کا حال تھن کا سا ہے کہ جب تک ملتے رہیں کچھ نہ کچھ نکلتا رہتا ہے، اور اگر یونہی چھوڑ دیں تو کچھ بھی نہیں، حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بعد کو قطرہ نکل آتا ہے، فرمایا کچھ خیال نہ کیجئے چاہے بعد کو نمازوں کا اعادہ کر لیجئے گا، لیکن جب تک بے تکلف جبر کر کے وسوسہ کے خلاف نہ کیجئے گا، یہ مرض نہ جائے گا، اس کی وجہ سے تو آپ بڑی تکلیف میں ہیں، حضرت خواجہ

---

(١) شامی: ١/ ٣٤٥، فروع في الاستبراء

(٢) كشاف القناع: ١/ ٦٥، فصل إذا انقطع بوله الخ

صاحب نے عرض کیا کہ رطوبت کی وجہ سے ایک وقت کے وضوء میں دوسرے وقت کے وضو کے لئے شک پڑ جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے رومال بھی دھونا پڑتا ہے، فرمایا کہ نہ وضوء کیجئے نہ رومال دھویا کیجئے، چندروز بہ تکلف بے التفاتی کرنے سے وسوسے جاتے رہیں گے" (۱)

پاخانہ سے استبراء کا طریقہ

پاخانہ سے فراغت کے بعد استبراء کے تحقق کے لئے صرف اس بات کا احساس ہوجانا کافی ہے کہ جتنا نکلنا تھا وہ سب نکل چکا ہے، البتہ بعض مرتبہ قبض کی صورت میں معمول سے زائد بیٹھنے کے باوجود تشفی نہیں ہوتی، ایسی صورت میں اندر انگلی ڈال کر نکالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، طبی لحاظ سے اس سے بواسیر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ (۲)

عورتوں کے استبراء کا طریقہ

پاخانہ سے فراغت کے بعد عورتوں کے لئے استبراء کا حکم مرد ہی جیسا ہے، اور پیشاب سے فراغت کے بعد اس پر استبراء کرنا لازم نہیں ہے، کیونکہ اس کے پیشاب کی نالی کشادہ ہوتی ہے، (۳) اس میں طول اور پیچ وخم بھی نہیں ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت پڑے، اس لئے وہ پیشاب کا تسلسل ختم ہونے کے کچھ دیر بعد استنجاء کرسکتی ہے، علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> **"ولا تحتاج المرأة إلى ذلک بل تصبر قليلا ثم تستنجي (۴)"**
>
> "عورتوں کو استبراء کی ضرورت نہیں ہے، وہ تھوڑی دیر کے بعد استنجاء کرسکتی ہیں"

---

(۱) کمالات اشرفیہ ۲۰۸ ملفوظ نمبر ۸۰۷

(۲) **فتح القدير: ۱/ ۲۱۳، فصل الاستنجاء**

(۳) **حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۳، فصل فی الاستنجاء**

(۴) حوالہ سابق

نجاست سے الگ ہوکر استنجاء کرے

جب بول وبراز کے بعد مذکورہ طریقے کے مطابق استبراء کرلیا جائے تو استنجاء میں مشغول ہونے سے پہلے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ جو نجاست فلش پر موجود ہو پہلے اسے پانی ڈال کر بہادیں، اور اگر کھلی جگہ میں فراغت ہوئی ہو تو نجاست والی جگہ سے ہٹ جائیں، پھر استنجاء کریں، تاکہ چھینٹیں اڑ کر جسم اور کپڑے کو ناپاک نہ کردیں۔ (۱)

استنجاء کرتے وقت قبلہ رو ہونا

جس طرح قضاء حاجت کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنا ممنوع ہے اسی طرح استنجاء کی حالت میں بھی قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنا مکروہ ہے، (۲) اس لئے اس کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے۔

استنجاء کرتے وقت ستر عورت

استنجاء کرتے وقت لوگوں سے ستر چھپانے کا بھی اہتمام کرنا ضروری ہے، کیونکہ جس طرح قضاء حاجت کے وقت ستر کا چھپانا واجب ہے، اسی طرح استنجاء کرتے وقت بھی ضروری ہے، حتی کہ اگر پانی موجود ہو لیکن اس سے استنجاء کرنیکی صورت میں بے ستری کا اندیشہ ہو تو لازم ہے کہ پتھر کے ذریعہ استنجاء کر لینے پر اکتفاء کرے، پانی سے استنجاء نہ کرے، حتی کہ اگر اس نے ستر پوشی کا اہتمام کئے بغیر پانی سے استنجاء کرلیا تو فقہاء ایسے شخص کو فاسق قرار دیتے ہیں ، چنانچہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> **"لو كان على شط نهر ليس فيه سترة لو استنجى بالماء قالوا يفسق"** (۳)
>
> "اگر کوئی نہر کے کنارے پر ہو، اور لوگوں سے اپنی شرمگاہ چھپانے کی اسے کوئی سبیل نہ ہو، پھر بھی اگر اس نے پانی سے استنجاء کرلیا تو فقہاء ایسے شخص کو فاسق قرار دیتے ہیں"

---

(۱) موسوعہ فقہیہ: ۳۴/۱۲۴، **الانتقال عن موضع التخلي**

(۲) **شامي**: ۱/۳۴۱، **فصل الاستنجاء**

(۳) **فتح القدير**: ۱/۲۱۵، **فصل في الاستنجاء**

استنجاء کیسے کرے ؟

مفتی بہ قول کے مطابق ایک ڈھیلا اپنے بائیں ہاتھ میں لے اور اسے مقام براز کے اگلی طرف والے حصہ پر رکھ کر پیچھے کی طرف لے جائے ، پھر دوسرا ڈھیلا لے ، اور اسے پچھلی طرف والے حصہ پر رکھ کر آگے کی طرف لائے ، پھر تیسرا ڈھیلا لے اور اسے براز والے مقام کے چاروں طرف گھمادے ، اگر گھمانا مشکل ہو تو صرف آگے سے پیچھے لے جاتے ہوئے لگی ہوئی نجاست کو صاف کرلینا کافی ہے ، حضرت سہل بن سعد ساعدی ؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے آپ ﷺ سے استنجاء کا طریقہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”أو لا یجد أحد کم ثلاثة أحجار ؟ حجرین للصفحتین و حجرا للمسربة“(۱)
>
> ”کیا تم میں سے کسی کو تین پتھر نہیں ملتے کہ دو پتھر مخرج کے دونوں کناروں کے لئے اور ایک پتھر خاص مخرج کے لئے استعمال کرے“

اس کے بعد پھر ایک ڈھیلا اپنے داہنے ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ سے ذکر (پیشاب گاہ) پکڑے ، اور بائیں ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے پیشاب کو خشک کرے ، یا تو اسی ڈھیلے کو تین مختلف جگہوں پر ذکر رکھ کر پیشاب خشک کرے ، یا تین مستقل ڈھیلے لے کر خشک کرے (۲) اس طرح بول و براز دونوں کے لئے ڈھیلے کی مجموعی تعداد چھ ہو جائیں گی ، جیسا کہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> ”و إذا استنجی للقبل و الدبر و جب ست مسحات لکل واحد ثلاث مسحات قالوا و الأفضل أن یکون بستة أحجار“(۳)
>
> ”جب بول و براز دونوں مقام کا استنجاء کرے گا تو چھ بار ان کو پونچھا جائے ہر ایک مقام کو تین تین بار پونچھے گا ، علماء کا کہنا ہے کہ دونوں

---

(۱) سنن کبری رقم الحدیث: ۵۵۳، باب کیفیة الاستنجاء

(۲) احیاء العلوم: ۱/۱۳۲، کیفیة الاستنجاء

(۳) نیل الأوطار: ۱/۱۰۵، باب نهي المتخلي عن استقبال القبلة الخ

مقاموں کے لئے چھ پتھروں کا استعمال بہتر ہے"

اس کے بعد پانی سے باقی ماندہ نجاست کو دور کرے، مگر آج کل عام طور پر شہروں میں گٹر سسٹم ہے، اس موقع پر ڈھیلوں کا استعمال زحمت کا باعث ہوگا، اس لئے ایسی جگہوں پر ڈھیلوں کے استعمال سے بچنا چاہئے، مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> "آج کل شہروں میں گٹر سسٹم کی وجہ سے ڈھیلے کا استعمال بہت تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے، ڈھیلے پھینکنے سے پانی کا راستہ بند ہوجاتا ہے، جو بہت سخت تعفن اور ایذاء کا باعث بنتا ہے، پھر ان کی صفائی میں بہت دقت پیش آتی ہے، لہٰذا ایسے مواقع میں ڈھیلے کا استعمال ہرگز نہیں کرنا چاہئے، ڈھیلے کا استعمال مستحب ہے، اور اپنے نفس کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالنا حرام ہے، کسی مستحب کام کی خاطر حرام کا ارتکاب جائز نہیں" (۱)

آج کی جدید تہذیب

یہ تہذیب جدید کی کرشمہ سازی ہے کہ بغرض استنجاء ڈھیلوں کا استعمال جو ایک مفید شئی ہے اس کے استعمال کرنے سے انسان آج مجبور ہے، کیونکہ سائنس کی آخری ریسرچ کے مطابق "مٹی میں نوشادر اور اعلیٰ درجے کے دافع تعفن اجزاء موجود ہیں، چونکہ پاخانہ اور پیشاب تمام فضلہ ہیں، اور جراثیموں سے لبریز ہیں، تو اس کا جلد انسانی کو لگنا انتہائی نقصاندہ ہے، اور اگر اس کے کچھ اجزاء جلد پر چپک جائیں یا ہاتھ پر رہ جائیں تو بے شمار امراض کے خطرات پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے، ڈاکٹر ہلوک نے لکھا ہے کہ مٹی کے تمام اجزاء جراثیموں کے قاتل ہیں، جب ڈھیلے کا استعمال ہوگا تو پوشیدہ اعضاء پر مٹی لگنے کی وجہ سے ان پر بیرونی طور پر لگے تمام جراثیم مرجائیں گے، بلکہ تحقیقات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ مٹی کا استعمال شرمگاہ کے کینسر سے بچاتا ہے (۲) اور ایک ضرر رساں چیز

(۱) احسن الفتاوی ۲/۱۰۵، فصل فی الاستنجاء

(۲) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/۱۹۱، حاجت ضروریہ اور جدید سائنس

(ٹائلٹ پیپر) کے استعمال پر گٹر سسٹم ہونے کی وجہ سے مجبور ہے، ٹائلٹ پیپر بنانے والی فیکٹری کے ایک ملازم کا کہنا ہے:

> ’’اس کے بنانے میں بے شمار کیمیکل استعمال ہوتے ہیں، بعض کیمیکل تو انتہائی مہلک ہیں، جن سے جلدی امراض اگزیما اور جلد کی رنگت میں تبدیلی کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں‘‘(۱)

شرمگاہ کے مہلک امراض خاص طور پر کینسر کے وجوہ واسباب پر غور کرنے کے لئے یورپ میں جب ایک بورڈ بیٹھا تو اس نے آخر میں یہ رپورٹ دی کہ:

> ’’اس کی وجہ صرف دو چیزیں ہیں، ٹائلٹ پیپر کا استعمال کرنا اور پانی کا استعمال نہ کرنا‘‘(۲)

یورپین چونکہ استنجاء کے لئے صرف ٹائلٹ پیپر ہی پر اکتفاء کرتے ہیں، اور پانی کا استعمال نہیں کرتے ہیں، اس لئے ٹائلٹ پیپر ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، لیکن اگر ٹائلٹ پیپر کے استعمال کے بعد پانی کا بھی استعمال کرلیا جائے تو اس کے مضرات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔(۳)

دونوں ہاتھ دھولے

پانی سے استنجاء کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھولے(۴) کیونکہ ہاتھ ہی کو نجاست کے دور کرنے کا ذریعہ بنانا ہے، اس لئے اس کے بارے میں یہ اطمینان کرلینا مناسب ہے کہ وہ پاک ہے، چنانچہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ويغسل يديه قبل الاستنجاء‘‘(۵)

’’استنجاء سے پہلے دونوں ہاتھ دھولے‘‘۔

---

(۱) حوالہ سابق (۲) حوالہ سابق

(۳) حوالہ سابق: ۱/ ۱۹۲

(۴) **حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح** ص: ۴۷، **فصل في الاستنجاء**

(۵) **فتح القدير**: ۱/ ۲۱۳، **فصل في الاستنجاء**

دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر چونکہ ایک گونہ امتیاز و برتری حاصل ہے کہ اس کا استعمال عام حالات میں قابل احترام اشیاء کے لئے ہوتا ہے، اور بائیں ہاتھ کا استعمال عموما اس کے علاوہ مقامات پر کیا جاتا ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے:

> **"کان یمین رسول اللہ ﷺ لطعامه وشرابه وطهوره وثيابه وصلوته وكانت شماله لما سوى ذلك"(۱)**
>
> "آپ ﷺ کا دایاں ہاتھ کھانے پینے، وضو کرنے، کپڑا پہننے اور نماز وغیرہ کے لئے ہوا کرتا تھا، اور بایاں ہاتھ کا استعمال ان کے علاوہ مقام پر ہوا کرتا تھا"

لہذا دائیں ہاتھ کو استنجاء کے واسطے استعمال نہ کیا جائے، اور نہ ہی اس سے شرمگاہ کو چھوا جائے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

> **"لا يمسكن أحدكم ذكره بيمينه وهو يبول ولا يتمسح من الخلاء بيمينه"(۲)**
>
> "پیشاب کرتے وقت کوئی ذکر کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ ہی اس سے استنجاء کرے"

دایاں ہاتھ کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اگر اسے استنجاء کے لئے استعمال کیا جائے تو خطرہ ہے کہ جراثیم کھانے اور پینے میں منتقل ہو کر نقصان کا باعث بن جائیں، نیز بائیں ہاتھ سے منفی شعائیں اور دائیں ہاتھ سے مثبت شعائیں نکلتی ہیں، اگر استنجاء کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے گا تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا، اور اس کے اثرات دماغ اور حرام مغز پر زیادہ پڑیں گے۔ (۳)

---

(۱) مصنف ابن أبي شيبة رقم الحديث: ۱۶۱۶، من كره أن يستنجي بيمينه

(۲) مسلم رقم الحديث: ۲۶۷، باب النهي عن الاستنجاء باليمين

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/۲۰۰، طہارت کے لئے بایاں ہاتھ

بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے

استنجاء بائیں ہاتھ سے کرے، مگر بائیں ہاتھ کی انگلی کے سرے اور اس کی پشت کی طرف سے استنجاء کرنے سے احتراز کرے، کیونکہ طبی لحاظ سے بواسیر کا خدشہ ہے، اس کے علاوہ ناخن میں نجاست کے بھی گھس جانے کا امکان ہے، اسی طرح استنجاء کے لئے صرف ایک انگلی کا استعمال نہ کرے، ایک تو اس سے مکمل نظافت حاصل نہ ہوگی، دوسرے طبی تحقیق کے مطابق مرض بھی لاحق ہوسکتا ہے(۱) استنجاء کے لئے حسب ضرورت انگلیاں استعمال کرنے کی اجازت ہے، حتی کہ اگر تمام انگلیوں کی ضرورت محسوس ہو یا پوری ہتھیلی کا استعمال کرنا ناگزیر ہو تو اس کی بھی اجازت ہے؛ البتہ ضرورت سے زائد انگلیوں کا استعمال نہ کرے(۲)۔

مقعد ڈھیلا رکھے

استنجاء کرتے وقت مقعد کو ڈھیلا رکھے، تاکہ اس کے سکڑن میں موجود نجاستیں بھی پانی سے دھل جائیں (۳) ابن ابی زید مالکی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ایک شخص نے خواب میں ان کو دیکھا، تو ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، تو انہوں نے جواب دیا کہ میری مغفرت اللہ تعالی نے ایک مسئلہ لکھنے کی وجہ سے کردی، وہ مسئلہ میں نے اپنی کتاب کے باب الاستنجاء میں لکھا تھا کہ استنجاء کرتے وقت مقعد کو تھوڑا سا ڈھیلا کرنا چاہئے، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کے بعد لکھا ہے کہ یہ مسئلہ سب سے پہلے انہوں نے ہی لکھا تھا۔ (۴)

صفائی پہلے اگلے حصہ کی کرے یا پچھلے حصہ کی؟

صاحبین رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اگلا حصہ چونکہ مقدم ہے، اور ظاہر بھی ہے، اس لئے مرد پہلے اگلے حصہ کی صفائی کرے، پھر پچھلے حصہ کی (۵) اور کنواری لڑکی بھی اسی طرح پہلے اگلے حصہ کی پھر پچھلے حصہ کی صفائی کرے، کیونکہ اس کا اگلا حصہ بھی پہلے اور ظاہر ہونے میں مرد

---

(۱) مراقی الفلاح وحاشیۃ الطحطاوی، ص: ۴۷، فصل في الاستنجاء

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۷، فصل في الاستنجاء

(۳) حوالہ سابق

(۴) الزواجر: ۱/ ۲۰۹، الکبیرۃ الحادیۃ والسبعون ترک شيء من واجبات الوضوء

(۵) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۷، فصل في الاستنجاء

کی مشابہ ہے، البتہ شوہر دیدہ کو اختیار ہے کہ وہ پہلے اگلے حصہ کی کرے یا پچھلے حصہ کی، دونوں اس کے حق میں برابر ہے، اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ وہ پہلے پچھلے حصہ کا استنجاء کرے اور بعد میں اگلے حصہ کا (۱) لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ خواہ مرد ہو یا عورت دونوں پہلے پچھلے حصہ کا استنجاء کریں اور بعد میں اگلے حصہ کا، کیونکہ اگلے حصہ پر لگی ہوئی نجاست کے مقابلے میں پچھلے حصہ والی نجاست کا ازالہ زیادہ اہم ہے، نیز جب پچھلے حصہ اور اس کے اطراف کو طہارت کی خاطر پانی سے رگڑ کر دھویا جائے گا تو اس کی وجہ سے پیشاب کے قطرات جو رگوں میں رکے ہونگے وہ بھی خارج ہوجائیں گے، گویا یہ صورت استبراء (جو شرعاً مطلوب بلکہ واجب ہے اس) میں مددگار ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے اسی قول کو مفتی بہ قول قرار دیا ہے، (۲) استنجاء کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے یہ افضل اور بہتر طریقہ ہے، استنجاء کا اصل مقصد صفائی ونظافت ہے، لہٰذا یہ مقصد جس طریقہ کو اپنانے سے پورے طور پر حاصل ہوجائے اسے اختیار کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفی المجتبی المقصود الإنقاء فیختار ما هو الأبلغ والأسلم عن زیادة التلویث" (۳)

"مجتبی نامی کتاب میں ہے کہ اصل مقصود محل بول وبراز کی صفائی ہے، لہٰذا جس صورت کو اختیار کرنے سے زیادہ سے زیادہ صفائی اور آلودگی سے بچاؤ ہو اسے اپنایا جاسکتا ہے"

صفائی کے بعد شرمگاہ پر پانی چھڑک لے

استنجاء سے جب فارغ ہوجائے تو اٹھنے سے پہلے پہلے شرمگاہ پر یا پھر کپڑے کے اوپر سے پانی چھڑک دے، تاکہ بعد میں رطوبت کو دیکھ کر یہ وسوسہ نہ آئے کہ پیشاب کے قطرات نکل آئے ہیں (۴) حضرت حکم بن سفیان ؓ آپ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہیں :

---

(۱) شرح منتهى الإرادات: ۳۷/۱، باب الاستنجاء

(۲) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۸، فصل في الاستنجاء

(۳) حوالہ سابق، ص: ۴۶

(۴) موسوعه فقهيه: ۱۶۹/۳، آداب الاستبراء

"رأیت رسول اللہ ﷺ توضأ و نضح فرجه"(۱)

''میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنی شرمگاہ پر پانی کی چھینٹیں ماریں''

شرمگاہ پر پانی کی چھینٹیں مارنا در حقیقت استنجاء کے بعد کا عمل ہے، مگر کبھی کبھی اس عمل کو آپ ﷺ وضوء سے فارغ ہونے تک موخر کر دیا کرتے تھے، اس لئے اس حدیث میں وضوء کے بعد چھینٹیں مارنے کا ذکر ہے۔ (۲)

دایاں پاؤں پہلے نکالے

جب استنجاء اور پانی چھڑکنے سے فارغ ہو جائے تو اب مزید وہاں رکا نہ رہے، کیونکہ وہ گندی جگہ ہے، شیاطین کا وہاں پر ہجوم رہتا ہے، اس لئے اگر بیت الخلاء میں قضاء حاجت کی ہے تو پہلے دایاں پاؤں باہر کرے، اور اگر کھلے میدان میں کی ہے تو استنجاء کی جگہ سے پہلے دایاں پاؤں ہٹائے، آپ ﷺ کا یہی معمول تھا (۳) علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"ويخرج من الخلاء برجله اليمنى"(۴)

''بیت الخلاء سے پہلے دایاں پاؤں نکالے''

استنجاء کی جگہ سے ہٹ کر دعا پڑھے

جب بیت الخلاء سے باہر آجائے، یا کھلے میدان میں مقام استنجاء سے ہٹ جائے تو **غفرانک** (اے اللہ میں تجھ سے بخشش کا سوال کرتا ہوں) کہے، اس کے بعد ''**الحمد لله الذي أذهب عني الأذى وعافاني**'' (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جس نے مجھ سے ایذا دینے والی چیز دور کی اور مجھے چین دیا) پڑھے (۵) آپ ﷺ سے ''**غفرانک**'' (۶)

---

(۱) نسائی رقم الحدیث: ۱۳۵، باب النضح

(۲) حاشيه سندهي على النسائی: ۸۷/۱، باب حد الغسل

(۳) روضة الطالبين للنووي: ۶۶/۱، باب الاستنجاء

(۴) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوی ص: ۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

(۵) الأذكار للنووی ص: ۲۹، باب مايقول إذا خرج من الخلاء

(۶) ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰، باب مايقول الرجل إذا خرج من الخلاء

اور **الحمد للہ الذی الخ** (۱) دونوں پڑھنا ثابت ہے، بعض حضرات سمجھتے ہیں کہ یہ دعا صرف بنی ہوئی جگہ (بیت الخلاء) سے باہر آنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، میدان میں قضاء حاجت کرنی ہو یا بنے ہوئے بیت الخلاء میں، بالاتفاق دونوں جگہ یہ دعا پڑھنا مستحب ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> **"وهذا الأدب مجمع على استحبابه ولا فرق فيه بين البنيان والصحراء" (۲)**

> "قضاء حاجت کے بعد یہ دعا پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے، خواہ بیت الخلاء سے باہر آئے یا کھلے ہوئے میدان سے، دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے"

استغفار کی وجہ

آپ ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لانے کے بعد استغفار اس وجہ سے کرتے تھے کہ اس حالت میں آپ ﷺ اپنی زبان مبارک سے خدائے تعالی کا ذکر نہیں کر پاتے تھے، تو آپ ﷺ اپنے مقام رفیع کے اعتبار سے اس کو تقصیر وکوتاہی سمجھتے تھے، اور خدا کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کے بعد استغفار کیا ہی جاتا ہے، اس لئے آپ ﷺ باہر تشریف لانے کے بعد استغفار کیا کرتے تھے، یا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالی نے جو فائدہ بخش اجزاء کو جسم میں باقی رکھا، اور سہولت کے ساتھ ضرر رساں اجزاء کو نکال کر بدن کو قسم قسم کی پریشانی سے محفوظ رکھا، اور اسے ایک خاص قسم کی چستی وتوانائی عطا کی، اس عظیم نعمت کا کما حقہ شکریہ ادا کرنے سے اپنے آپ کو آپ ﷺ عاجز پاتے تھے اس لئے استغفار کرتے تھے، ابن حجرؒ کا کہنا ہے کہ آپ کا استغفار کرنا اظہار عبودیت کے لئے ہوتا تھا، اور زور سے امت کی تعلیم کی غرض سے پڑھتے تھے (۳)

---

(۱) ابن ماجه رقم الحديث: ۳۰۱، باب مايقول إذا خرج من الخلاء

(۲) نووی مع مسلم: ۷۱/۴، باب الدليل على أن نوم الجالس لا ينقض الوضوء

(۳) فتح الباری: ۳۱۹/۲، باب الدعاء قبل السلام، نيل الأوطار: ۹۸/۱، باب مايقول المتخلي الخ، شرح السنة: ۳۷۹/۱، باب مايقول إذا دخل الخلاء، مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ص: ۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء، بنايه: ۷۴۷/۱، فصل في الاستنجاء

اور ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب ایک مخصوص درخت کا پھل کھانے کی وجہ سے زمین پر اتارا گیا، اور یہاں ان کو پاخانہ کی بدبو محسوس ہوئی تو انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ بھی اسی درخت کے پھل کھانے کا نتیجہ ہے، اس پر انہوں نے ''**غفرانک**'' پڑھا، پھر یہی سنت بعد میں ان کی اولاد میں جاری ہوگئی، اور استنجاء سے فراغت کے بعد ''**غفرانک**'' پڑھا جانے لگا۔ (۱)

حمد کی وجہ

پیشاب و پاخانہ اگر انسان کا رک جائے تو انسان طرح طرح کی بیماریوں سے دوچار ہوجاتا ہے، اور بسا اوقات موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہوجاتا ہے، اگر حسب معمول یہ جسم سے خارج ہوتے رہیں تو انسان کی تندرستی قائم رہتی ہے، اور چستی و تازگی بھی باقی رہتی ہے۔ لہذا اس جلیل القدر نعمت کے حصول پر آپ ﷺ بیت الخلاء سے تشریف لانے کے بعد اللہ کی تعریف کیا کرتے تھے، اور اس وجہ سے بھی تعریف کرتے تھے کہ غیر صالح اجزاء کو اللہ نے جسم سے خارج کردیا، اور صالح اجزاء کو جسم کے اندر باقی رکھا، اگر سارے نکل جاتے تو بھی باعث ہلاکت، اور سب کے سب رک جاتے تو بھی باعث ہلاکت تھے۔ (۲)

مٹی سے ہاتھ رگڑ لے

جب استنجاء کے لئے پانی کا استعمال کرے تو اس کے بعد اپنے ہاتھ کو مٹی سے رگڑ کر دھولے، اور اگر مٹی نہ ہو تو صابن سے ہاتھ دھولے، تاکہ جو کچھ بدبو وغیرہ ہاتھ پر باقی رہ گئی ہے وہ دور ہوجائے، چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہیں:

''**ثم دلک یدہ بالأرض**'' (۳)

''آپ ﷺ استنجاء سے فراغت کے بعد اپنے ہاتھ کو مٹی سے رگڑ کر دھوتے تھے''

---

(۱) العرف الشذی مع الترمذی: ۱/ ۵۰، باب مایقول إذا خرج من الخلاء

(۲) نیل الأوطار: ۱/ ۹۸، باب ما یقول المتخلی عند دخوله وخروجه، ومراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، ص: ۵۵، فصل فیما یجوز به الاستنجاء

(۳) سنن کبری للبیهقی رقم الحدیث: ۵۲۱، باب دلک الید بالأرض بعد الاستنجاء

اور علامہ بغویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وإذا غسل محل الاستنجاء بالماء يستحب أن يدلك يده بالأرض ثم يغسلها"(۱)

"جب پانی سے استنجاء کرے تو ہاتھ کو مٹی سے رگڑ کر دھولینا مستحب ہے"

اور علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں :

"ويستحب غسل يده بعد الفراغ"(۲)

"استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد (مٹی سے رگڑ کر) ہاتھ دھولینا مستحب ہے"

پانی سے استنجاء کرنے کے بعد چونکہ ہاتھوں کو جراثیم لگے ہوتے ہیں، اور جراثیم بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام پانی سے ضائع نہیں ہوتے، اور مٹی اعلی درجہ کی انٹی سپٹک ہے، حتی کہ اس سے کتے کے جراثیم بھی مرجاتے ہیں، اس لئے جراثیم کو ختم کرنے کے لئے مٹی سے رگڑ کر ہاتھ دھونے کا حکم ہے۔ (۳)

---

(۱) شرح السنة: ۱/۳۹۱، باب الاستنجاء بالماء

(۲) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، ص:۵۵، فصل فيما يجوز به الاستنجاء

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/۱۹۹، نماز سے قبل استنجاء

پانی سے استنجاء

حضرت عمار بن یاسر ﷺ سے ابن ماجہ میں امور فطرت سے متعلق جو حدیث ذکر کی گئی، اس میں دس امور کو خصال فطرت میں سے شمار کیا گیا ہے، البتہ اس میں استنجاء کے بجائے ''انتضاح'' کا لفظ ہے، شراح نے انتضاح کے دو معنی بیان کئے ہیں:

۱۔ پانی سے استنجاء کرنا، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے یہی معنی بیان کیا ہے، اس معنی کے لحاظ سے انتضاح اور پہلی فصل میں جو استنجاء کا ذکر آیا ان کے درمیان کوئی جوہری فرق نہ ہوگا، دونوں کا مصداق ایک ہی ہوگا، یعنی پانی سے نجاست (بول وبراز) کو دور کرنا، چنانچہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> **''فعلی هذا هو والاستنجاء خصلة واحدة''(۱)**
>
> ''علامہ خطابی کے بیان کردہ معنی کے مطابق انتضاح اور استنجاء دونوں کا مفہوم ایک ہی ہوگا''

اس معنی کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں انتضاح کے بجائے استنجاء کا ذکر ہے، ممکن ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے کبھی استنجاء اور کبھی انتضاح بیان کر دیا ہو، مولانا گنگوہیؒ نے بھی اسی معنی کو راجح قرار دیا ہے(۲) اس معنی کے لحاظ سے جو تفصیل استنجاء کے ذیل میں پیش کی گئی ہے وہی ساری تفصیلات انتضاح کی بھی ہوگی، اس لئے الگ سے انتضاح کی تفصیل پیش کرنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہی۔

۲۔ لیکن ابو عبید ہرویؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ''وضوء سے فراغت

---

(۱) **فتح الباری: ۱۰/ ۳۳۸، باب قص الشارب**

(۲) **أوجز المسالک: ۶/ ۲۲۶، ماجاء في الفطرة**

کے بعد ہاتھ تر کر کے شرمگاہ یا کپڑے پر چھینٹیں مارنا، تاکہ شیطانی وساوس سے حفاظت ہوجائے‘‘ (١) اس معنی کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں ’’نضح‘‘ کا ذکر ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ عمل منقول ہے :

’’کان إذا بال یتوضأ وینتضح‘‘ (٢)

’’جب آپ ﷺ پیشاب سے فارغ ہوتے تو وضو فرماتے اور (شرمگاہ یا کپڑے پر) پانی کی چھینٹیں مارتے‘‘

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

’’جاءنی جبرئیل فقال: یا محمد! إذا توضأت فانتضح‘‘ (٣)

’’حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد! جب آپ ﷺ وضو کیا کریں تو پانی کی چھینٹیں مارلیا کریں‘‘

اور حضرت سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو کپڑوں پر تری دیکھتا ہوں، کیا میں اسی حالت میں نماز ادا کرلوں یا دوبارہ طہارت حاصل کر کے نماز پڑھوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’انضح بماء فإذا وجدت من ذلک شیئا فقل ھو منه‘‘ (٤)

’’پانی کی چھینٹیں مارلیا کرو، اور جب تری نظر آئے تو اپنے دل کو سمجھالو کہ یہ تری چھینٹ کی ہے‘‘

انہی احادیث کے قرینے سے ’’انتضاح‘‘ کے معنی ’’وضوء سے فراغت کے بعد ہاتھ تر کر کے شرمگاہ یا کپڑے پر چھینٹیں مارنا‘‘ بیان کیا گیا ہے، اس صورت میں ’’انتضاح‘‘ کا تعلق حصول طہارت کے بجائے وساوس دور کرنے سے ہوجائیگا، حالانکہ امور فطرت میں سے انہی

---

(١) فتح الباری: ١٠/٣٣٨، باب قص الشارب
(٢) ابو داؤد رقم الحدیث: ١٦٦، باب في الانتضاح
(٣) شرح السنة: ١/٣٩١، باب الاستنجاء بالماء
(٤) فتح الباری: ١٠/٣٣٨، باب قص الشارب

باتوں کو شمار کیا گیا ہے جو یا تو طہارت ونظافت کے قبیل سے ہیں یا زیب وزینت سے تعلق رکھتی ہیں، کوئی امر وساوس کے باب سے نہیں ہے، اس لئے ''انتضاح'' کے مذکورہ دو معنوں میں سے پہلا معنی جو بقیہ امور فطرت کے مناسب ہے وہی یہاں پر راجح ہے۔ (۱)

چھینٹیں کب مارے؟

یہاں پر انتضاح کا پہلا معنی اگرچہ مراد ہے، لیکن اگر دوسرے معنی کا لحاظ کیا جائے، اور دفع وسوسہ کے لئے کپڑے یا شرمگاہ پر چھینٹیں مارنے کے لئے کہا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے کب چھینٹیں ماری جائیں؟ کیونکہ پہلے جو حدیث ابوداؤد اور شرح السنۃ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے، ان میں نیز نسائی (۲) کی روایت میں وضو کے بعد چھینٹیں مارنے کا ذکر ہے، اور فتح الباری کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کا جو قول نقل کیا گیا ہے، اس میں مطلق چھینٹیں مارنے کا ذکر ہے، خواہ وضو کے بعد ہو یا اس کے علاوہ کسی اور وقت میں، اس جگہ اگر چھینٹیں مارنے کے مقصد کو ذہن میں رکھ لیا جائے تو اس وقت کی تعیین میں کوئی الجھن پیش نہیں آئے گی، اور وہ یہ ہے کہ چھینٹیں مارنے کا حکم اس وسوسہ کو دور کرنے کی خاطر ہے جو پانی سے استنجاء کرنے کے بعد کپڑے پر تری نظر آنے کی صورت میں لاحق ہوتی ہے کہ شاید یہ پیشاب کی رطوبت ہو، لہٰذا اصلاً یہ چھینٹیں استنجاء کرنے کے بعد ہی مارنا چاہئے، اور جب استنجاء کرنے کے بعد فوراً وضو کرنے کا ارادہ نہ ہو تو یہ مقصد چونکہ اسی وقت چھینٹیں مارنے سے حاصل ہوگا؛ اس لئے اسی وقت کر لینا چاہئے، چنانچہ علامہ بغوی رحمہ اللہ ''انتضاح'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''وقيل المراد منه رش الفرج وداخلة الإزار بالماء بعد الاستنجاء ليدفع بذلك وسوسة الشيطان'' (۳)
>
> ''اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ انتضاح کا مطلب استنجاء کے بعد شرمگاہ اور ازار کے اندرونی حصے پر پانی کی چھینٹیں مارنا ہے، تاکہ اس کی وجہ سے شیطانی وسوسہ ختم ہوجائے''

---

(۱) اوجز المسالک: ۲۲۶/۶، ماجاء في الفطرة

(۲) نسائی رقم الحدیث: ۱۳۴، باب النضح

(۳) شرح السنة: ۳۹۱/۱، باب الاستنجا بالماء

رہ گئی یہ بات کہ پھر حدیث میں وضوء کے بعد چھینٹیں مارنے کا ذکر کیوں ہے؟ تو اس کا جواب علامہ سندی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ پانی کی چھینٹیں مارنے کا اصلاً حکم استنجاء کے بعد ہی ہے، لیکن آپ ﷺ کا کبھی کبھی اس عمل کو وضو تک موخر فرمانا بیان جواز کے لئے تھا کہ اگر استنجاء کے بعد فوراً وضو کرنے کا ارادہ ہو تو اس عمل کو وضوء کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

انتقاص ماء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے امور فطرت سے متعلق جو حدیث منقول ہے اس میں استنجاء اور انتضاح کے بجائے "انتقاص ماء" کا ذکر ہے، گویا انتقاص ماء بھی امور فطرت میں سے ہے، (۲) لغت میں انتقاص ماء کے تین معانی آتے ہیں:

۱۔ پانی سے استنجاء کرنا، یعنی مخرج پر لگے ہوئے بول و براز کو پانی کے ذریعہ پاک وصاف کرنا، امام وکیعؒ نے انتقاص ماء کے یہی معنی بیان کیا ہے (۳) اس معنی کے لحاظ سے استنجاء، انتضاح کے راجح معنی اور انتقاص ماء کے درمیان کوئی جوہری فرق نہ ہوگا، تینوں ہم معنی اور ایک دوسرے کے مرادف ہونگے، اس اعتبار سے انتقاص ماء کی وہی تفصیلات ہونگی جو استنجاء کے متعلق تھیں۔

۲۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ تر کر کے شرمگاہ پر چھینٹیں مارنا، تاکہ وسوسہ سے امن ہوجائے، جمہور نے یہی معنی بیان کیا ہے، کیونکہ بعض روایات میں انتقاص ماء کے بجائے انتضاح کا لفظ بھی ہے، (۴) اس لحاظ سے انتقاص ماء اور انتضاح کا غیر راجح معنی، دونوں ہم معنی ہونگے، اور مصداق کے اعتبار سے کوئی فرق نہ ہوگا، مگر اس معنی کے لحاظ سے "انتقاص ماء" کا مقصد وسوسہ دور کرنا ہوگا، اور طہارت و نظافت کے قبیل سے نہ ہوگا۔

(۱) حاشیہ سندھی علی النسائی: ۱/ ۸۷، باب حد الغسل
(۲) مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱، باب خصال الفطرۃ
(۳) عمدۃ القاری: ۲۲/ ۴۵، باب قص الشارب
(۴) فتح الملہم: ۱/ ۴۱۳، باب خصال الفطرۃ

۳۔ شرمگاہ کو پانی سے دھو کر پیشاب کی آمد کا سلسلہ بند کرنا، یہ معنی امام لغت ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے(۱) طبی نقطہ ٔ نظر سے یہ بات تقریباً پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد ٹھنڈے پانی کے استعمال سے رگیں سکڑ جاتی ہیں، اور قطرات کے آنے کا احتمال بڑی حد تک ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر کسی کو وسوسہ کا عارضہ ہو، اور آسانی کے ساتھ ٹھنڈا پانی دستیاب ہوسکتا ہو تو بہتر ہے کہ وہ قضاء حاجت کے بعد ٹھنڈا پانی ہی استعمال کرے، اس سے قطرات کے آنے کا سلسلہ بھی بند ہوگا، اور مرض بواسیر کے لئے بھی نافع ہوگا، (۲) مگر یہ معنی بھی درحقیقت وسوسہ سے متعلق ہے، طہارت ونظافت کے قبیل سے نہیں ہے، لہٰذا انتقاص ماء کے آخری دونوں معانی امور فطرت کے مقصد سے ہم آہنگ نہیں ہیں، پہلا معنی البتہ اس جگہ مناسب ہے، اس اعتبار سے استنجاء، انتضاح اور انتقاص ماء مترادف ہونگے، اور انتضاح وانتقاص ماء کی وہی تفصیل ہوگی جو استنجاء کے ذیل میں بیان کی گئی ہے، انتضاح اور انتقاص ماء کا بیان ایک ہی فصل میں اس لئے کیا گیا ہے کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے، کوئی جوہری فرق ان میں نہیں پایا جارہا ہے۔ اگرچہ شمار کے لحاظ سے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔

---

(۱) فتح الباری: ۳۳۸/۱۰، باب قص الشارب

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۴۸، فصل في الاستنجاء